اہلِ تصوف کی کارستانیاں
تالیف : الشیخ عبدالرحمن عبدالخالق
ترجمہ : مولانا صفی الرحمن مبارکپوری
270
ع ب د ا
تنظیم الدعوۃ الی القرآن والسنۃ
گوالمنڈی
راولپنڈی

تالیف

عبدالرحمٰن عبدالخالق

ترجمہ

صفی الرحمٰن المبارکپوری

قیمت - 36
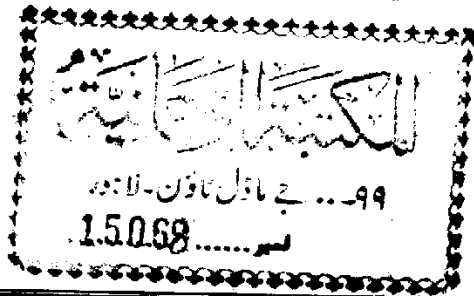
فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	مقدمہ	5
2	صوفیانہ افکار کی خطرناکیاں	7
3	مسلمانوں کو قرآن وحدیث سے پھیرنا	7
4	قران وحدیث کے لیئے باطنی تاویل کا دروازہ کھولنا	12
5	مصطفیٰ محمود اور اس کی کتاب ''قران کی عصری تفسیر کی کاوش''	17
6	اسلامی عقیدے کی بربادی	23
7	فسق وفجور اور اباحیت کی دعوت	28
8	ابن عقیل کی زبانی صوفیوں کی سیاہ کاریاں	31
9	صوفیاء اور گانے کی حلت	34
10	عبدالوہاب شعرانی اور اس کی کتاب ''طبقات'' شادی کی دعوت جس میں زندے اور مردے حاضر ہوئے	37
11	دوسرا باب: اہل تصوف سے کس طرح بحث کی جائے؟	43
12	تصوف گندگیوں کا سمندر ہے	45
13	اول: اسلام اور تصوف کے درمیان بنیادی فرق	45
14	دوم: صوفی عقیدے کے تفصیلی خطوط	47

	۱۔ اللہ کے بارے میں	47
	۲۔ رسول کے بارے میں	47
	۳۔ اولیاء کے بارے میں	47
	۴۔ جنت اور جہنم کے بارے میں	48
	۵۔ ابلیس اور فرعون	49
16	صوفی شریعت	50
	۶۔ عبادات	51
	۷۔ حلال وحرام	51
	۸۔ حکومت وسلطنت اور سیاست	51
	۹۔ تربیت	51
17	سوم: صوفی سے بحث کا نقطۂ آغاز	52
18	صوفی اپنا دین کہاں سے لیتے ہیں؟	53

مقدمہ

الحمد لله الذی بعث محمداً صلی الله علیه وسلم بالحق بین یدی الساعة مفرقا بین الهدی والضلال، و بین التوحید والشرک، وبین الجاهلیة والإسلام، والصلاة والسلام علی النبی الهادی الذی أتم رسالة ربه غایة الإتمام، وترک أمته علی المحجة الواضحة البینة التی لا یزیغ عنها إلا من صرف الله قلبه عن الإیمان والإسلام.

تمام تعریف اللہ کے لئے ہے جس نے محمد ﷺ کو قیامت سے پہلے ہدایت و گمراہی، توحید و شرک اور جاہلیت و اسلام کے درمیان تفریق کنندہ بنا کر مبعوث فرمایا۔ اور درود و سلام ہو نبی ہادی ﷺ پر جنھوں نے اپنے پروردگار کی رسالت کو نہایت درجہ مکمل کر دیا، اور اپنی امت کو ایسی واضح اور روشن شاہراہ پر چھوڑا جس سے صرف وہی شخص بھٹک سکتا ہے جس کا دل اللہ نے ایمان و اسلام سے پھیر دیا ہو۔ اما بعد

میں نے لمبے غور و فکر کے بعد محسوس کیا ہے کہ صوفیانہ افکار امت اسلام کے لئے تمام خطروں سے زیادہ بڑا خطرہ ہیں۔ انہیں افکار نے اس امت کی عزت کو ذلت اور رسوائی سے تبدیل کیا ہے۔ اور اب بھی یہ افکار یہی کام انجام دے رہے ہیں۔ یہ افکار در حقیقت ایک ایسا کیڑا ہیں جو ہمارے لمبے اور پائدار درخت کے گودے کو چھیدتا اور ڈھاتا جا رہا ہے، یہاں تک کہ اسے رفتار زمانہ کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا ہے۔ امت کسی بھی خطرے سے پہلے جب تک اس کیڑے سے چھٹکارا حاصل نہیں کر لیتی ہے اپنی مشکلات سے نجات نہیں پا سکتی۔ میں نے اس سلسلے میں بحمد اللہ "الفکر الصوفی" کے نام سے ایک کتاب تصنیف کی ہے۔ لیکن چونکہ یہ کتاب خاصی ضخیم ہے، اور مشاغل میں مصروف بعض قارئین کے لئے اس

کے تمام گوشوں کا احاطہ کرنا مشکل ہے اس لئے میں نے یہ مختصر سا رسالہ تالیف کر دیا تا کہ صوفیانہ افکار کے پردہ میں عالم اسلام کے لئے جو زبردست خطرات پوشیدہ ہیں ان کی تشریح کر دی جائے۔ ممکن ہے اس رسالہ سے امت اسلامیہ کے قائدین اور رہنماؤں کو اس پوشیدہ اور تباہ کن آفت پر تنبیہ حاصل ہو اور وہ امت اسلامیہ کے جسم سے اس کے استیصال پر کمر بستہ ہو جائیں۔ پھر ان خطرات کو بیان کر لینے کے بعد میں نے اہل تصوف کے ساتھ بحث و گفتگو کا ایک مختصر سا نمونہ بھی پیش کیا ہے تا کہ طالب علموں کو ان کے ساتھ بحث و گفتگو کی تربیت حاصل ہو جائے، اور وہ یہ سیکھ لیں کہ اہل تصوف پر کس طرح حجت قائم کی جا سکتی ہے یا انہیں کس طرح صراط مستقیم کی طرف لایا جا سکتا ہے۔

اللہ سے میری دعا ہے کہ وہ اس رسالہ سے امت اسلام اور طالبین علوم شریعت کو نفع پہنچائے۔ اور میں ابتدا میں بھی اور خاتمہ پر بھی اللہ کی حمد کرتا ہوں اور اس کے بندے اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجتا ہوں۔

کتبہ

عبدالرحمٰن عبدالخالق

کویت۔ شنبہ ۱۴ ذی القعدۃ ۱۴۰۴ھ

۱۱/ اگست ۱۹۸۴ء

پہلا باب

صوفیانہ افکار کی، خطرناکیاں

صوفیانہ افکار کے اہم ترین خطرات یہ ہیں:

ا۔ مسلمانوں کو قرآن وحدیث سے پھیرنا

اہل تصوف نے پہلے بھی اور موجودہ دور میں بھی مختلف ذرائع اور نہایت پیچیدہ طریقوں سے لوگوں کو قرآن وحدیث سے پھیرنے کی کوشش کی ہے۔ بعض طریقے حسب ذیل ہیں:

(الف) یہ خیال کہ قرآن میں تدبر کرنے سے اللہ کی طرف سے توجہ ہٹ جاتی ہے ان حضرات نے اپنے خیال میں فنا فی اللہ کو صوفی کا آخری مقصد قرار دیا ہے۔ اور یہ سمجھتے ہیں کہ قرآن میں تدبر انسان کو اس مقصد سے پھیر دیتا ہے۔ اور یہ بھول جاتے ہیں کہ قرآن کا تدبر درحقیقت اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ذکر ہے۔ کیوں کہ قرآن یا تو اللہ کے اسماء وصفات کے ذریعہ اس کی مدح ہے۔ یا اللہ نے اپنے اولیاء اور اپنے دشمنوں کے ساتھ جو سلوک کیا ہے اس کا بیان ہے۔ اور یہ سب اللہ کی مدح یا اس کی صفات کا علم، یا اس کے حکم اور شریعت میں تدبر ہے۔ اور اس تدبر سے اس کی حکمت معلوم ہوتی اور اپنی مخلوق کے ساتھ اس سبحانہ وتعالیٰ کی رحمت کا پتہ لگتا ہے لیکن چونکہ اہل تصوف میں سے ہر شخص خود الٰہ بننا چاہتا ہے اور اپنے زعم میں صفات الٰہی کے ساتھ متصف ہوتا ہے اس لئے اسے گوارہ نہیں کہ لوگ قرآن میں تدبر کر کے اللہ کی صفات کی معرفت حاصل کریں۔ چنانچہ علامہ شعرانی اپنی کتاب الکبریت الاحمر میں لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی بعض غیبی نداؤں میں کہتا ہے:

"اے میرے بندو! رات میرے لئے ہے قرآن کے لئے نہیں کہ اس کی تلاوت کی جائے۔ تمہارے لئے دن میں عبادت کا لمبا کام ہے، لہذا رات کُل کی کُل میرے لئے بناؤ۔ اور جب تم رات میں قرآن تلاوت کرو تو میں تم سے یہ نہیں طلب کرتا کہ تم اس کے معانی کے ساتھ ٹھہرو۔ کیوں کہ اس کے معنی تم کو مشاھدہ سے پراگندہ کر دیں گے۔ ایک آیت تم کو میری جنت، اور اس میں میرے اولیاء کے لئے تیار کی ہوئی نعمت کی طرف لے جائے گی۔ پھر جب تم میری جنت میں حور کے ساتھ نرم و نازک ریشمی گدوں اور توشکوں پر آرام کر رہے ہو گے تو میں کہاں ہوں گا۔ اور ایک دوسری آیت تم کو جہنم کی طرف لے جائے گی، اور تم اس کے طرح طرح کے عذاب کا معائنہ کرو گے۔ تو جب تم اس میں مصروف ہو جاؤ گے تو میں کہاں ہوں گا۔ کوئی اور آیت تم کو آدم یا نوح یا ھود یا صالح یا موسیٰ یا عیسیٰ علیہم الصلاۃ والسلام کے واقعہ کی طرف لے جائے گی۔ اور ایسے ہی اور بھی۔ حالاں کہ میں نے تم کو تدبر کا حکم صرف اس لئے دیا ہے کہ تم اپنے دل کے ساتھ میرے اوپر مجتمع ہو جاؤ۔ باقی رہا احکام مستنبط کرنا تو اس کے لئے دوسرا وقت ہے اور یہاں بڑا بلند بلکہ بلند تر مقام ہے۔"[1]

واضح رہے کہ شعرانی کی یہ بات زبردست دہریت ہے۔ آخر اللہ نے وہ بات کہاں کہی ہے جسے شعرانی نے گھڑ لیا ہے۔۔۔ اور بھلا اللہ تعالیٰ ایسی بات کہے گا کیسے جب کہ یہ اس کے بندے اور اس کے رسول محمد ﷺ پر نازل کیے گئے قرآن برحق کے خلاف ہے۔ قرآن میں اللہ کا ارشاد یہ ہے۔

---

1 الکبریت الاحمر برحاشیہ الیواقیت والجواہر ص ۲۱

كِتَابٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْا اٰيٰتِهٖ — یہ ایک بابرکت کتاب ہے جو ہم نے آپ پر نازل کی تاکہ لوگ اس کی آیتوں میں تدبر کریں۔

اور ارشاد ہے:

اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا○ — وہ لوگ قرآن میں تدبر کیوں نہیں کرتے، کیا دلوں پر تالے پڑ گئے ہیں۔

اور فرمایا:

فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ○ع — آپ قرآن کے ذریعہ اس شخص کو نصیحت کریں جو میری وعید سے ڈرتا ہو۔

پھر نبی ﷺ کا دستور تھا کہ آپ رات میں تہجد کے اندر قرآن مجید کی تلاوت فرماتے۔ اور جب کسی ایسی آیت سے گزرتے جس میں جنت کا ذکر ہوتا تو اس آیت کے پاس رک کر اللہ عزوجل سے دعا فرماتے۔ اور جب کسی ایسی آیت سے گزرتے جس میں عذاب کی وعید اور دھمکی ہوتی تو اس آیت کے پاس رک کر اللہ سبحانہ سے دعا فرماتے اور جہنم سے پناہ مانگتے۔ یہ بات صحیح حدیث میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ مگر اہل تصوف کہتے ہیں کہ رات میں قرآن کی تلاوت کرنا اور تہجد پڑھنا ایک ایسا مشغلہ ہے جس میں پھنس کر آدمی اللہ سے پھر جاتا ہے۔ حالاں کہ رات کا قیام وہ عظیم ترین فریضہ ہے جو اللہ نے اپنے رسول ﷺ پر اس لئے مقرر فرمایا تھا تاکہ آپ اس کی بدولت قیامت کے روز عظیم ترین مقام پر فائز ہو سکیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَا فِلَةً لَّکَ عَسٰیٓ اَنْ يَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَاماً مَّحْمُوْداًo

اور (اے پیغمبر!) رات میں آپ قرآن کے ساتھ تہجد پڑھیں جو آپ کے لئے زائد ہے۔ قریب ہے کہ آپ کا پروردگار آپ کو مقام محمود پر بھیجے۔

غور فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ نے پیغمبرﷺ کے لئے مقام محمود کو رات میں قرآن کے ساتھ آپ کے تہجد پڑھنے کا ثمرہ قرار دیا ہے۔ اور یہ پہلا حکم تھا جو رسول اللہﷺ کو دیا گیا تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یٰاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُo قُمِ الَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلاًo نِصْفَهٗٓ اَوِانْقُصْ مِنْهُ قَلِیْلاًo اَوْزِدْ عَلَیْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِیْلاًo

اے کمبل پوش! رات میں قیام کر (تہجد پڑھ) مگر تھوڑا، آدھا یا اس سے کچھ کم یا اس پر کچھ اضافہ کر، اور قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھ۔

یہاں اہم بات یہ ہے کہ یہ جھوٹے (اہل تصوف) لوگوں کو اس بہانے قرآن مجید سے پھیرتے ہیں کہ یہ ایک مشغلہ ہے جس میں پھنس کر آدمی اللہ کی عبادت سے پھر جاتا ہے پس غور فرمائیے کہ اس سے بڑھ کر تلبیس اور فریب کاری کیا ہوگی۔

(ب) اہل تصوف کا یہ خیال کہ ان کے مبتدعانہ اوراد و وظائف قرآن مجید سے افضل ہیں۔

چنانچہ احمد تیجانی وغیرہ کہتے ہیں کہ ''نماز فاتح'' (جو ان کی اپنی ایجاد و اختراع ہے)

روئے زمین پر پڑھے جانے والے تمام اذکار سے چھ ہزار گنا زیادہ افضل ہے۔

اس کا نتیجہ یہ ہے کہ لوگ قرآن مجید کو چھوڑ کر مبتدعانہ اوراد و وظائف میں مشغول ہو جاتے ہیں۔

(ج) اہل تصوف یہ بھی کہتے ہیں کہ جو شخص قرآن پڑھتا اور اس کی تفسیر کرتا ہے اسے عذاب ہوگا۔ کیوں کہ قرآن کے کچھ اسرار و رموز ہیں۔ اور ظاہر و باطن ہیں۔ اور انہیں بڑے بڑے شیوخ کے سوا کوئی سمجھ نہیں سکتا۔ اور جو شخص اس کی تفسیر یا فہم کی ذرا بھی کوشش کرے گا اسے اللہ عزوجل سزا دے گا۔

(د) اہل تصوف قرآن و حدیث کو شریعت اور علم ظاہر کہتے ہیں۔ جب کہ دوسرے علوم لدنیہ ان کے خیال میں قرآن سے زیادہ مکمل اور بلند تر ہیں۔ چنانچہ ابو یزید بسطامی کہتے ہیں: **خضنا بحراً وقف الأنبياء بساحله** ہم نے ایک ایسے سمندر میں غوطہ لگایا کہ جس کے ساحل ہی پر انبیاء کھڑے ہیں۔ اور ابن سبعین کہتا ہے: **لقد حجرا بن آمنة واسعا إذقال لا نبي بعدي** یعنی آمنہ کے بیٹے نے یہ کہہ کر کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ایک کشادہ چیز کو تنگ کر دیا۔

ظاہر ہے اس بددین کی یہ بات حد درجہ قابل نفرت اور باطل ہے۔ اور اس میں نبی ﷺ پر تہمت لگائی ہے۔ پس اللہ کی لعنت ہو اس بات کے کہنے والے پر اور اس کی تصدیق کرنے والے پر اور اس کی پیروی کرنے والے پر۔

خلاصہ یہ کہ بددین اہل تصوف کے پاس اسلام کے خلاف مکاری اور ہیرا پھیری کے بڑے بڑے طریقے ہیں۔ اور ان میں سے ایک بڑا طریقہ یہ ہے کہ وہ مذکورہ بالا جھوٹ اور گھڑنت کے ذریعہ لوگوں کو قرآن مجید سے پھیرتے ہیں۔

......☆☆............

۲۔ نصوص قرآن وحدیث کے لئے باطنی تاویل کا دروازہ کھولنا

صوفیانہ افکار کے عظیم ترین خطرات میں سے یہ بھی ہے کہ انہوں نے قرآن و سنت کے نصوص کے لئے باطنی تفسیر کا دروازہ کھول دیا۔ چنانچہ مشکل ہی سے کوئی ایسی آیت یا حدیث ملے گی جس کی بد دین اہل تصوف نے خبیث باطنی تاویلات نہ کی ہوں۔ علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ اس کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

> ''ابو عبدالرحمٰن سلمی نے تفسیر قرآن کے سلسلے میں ان (اہل تصوف) کا کلام جو زیادہ تر ناجائز ھذیان ہے تقریباً دو جلدوں میں جمع کیا ہے۔ اور اس کا نام ''حقائق التفسیر'' رکھا ہے۔ سورہ فاتحہ کے سلسلے میں اس نے ان سے نقل کیا ہے کہ اس کا نام فاتحۃ الکتاب اس لئے رکھا گیا ہے کہ یہ اول ترین چیز ہے جس سے ہم نے تمہارے ساتھ اپنے خطاب کا دروازہ کھولا ہے۔ اگر تم نے اس کے ادب کو اختیار کیا تو ٹھیک، ورنہ اس کے مابعد کے لطائف سے تم کو محروم کر دیا جائے گا''۔

مصنف رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہ بری بات ہے۔ کیوں کہ مفسرین کا اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ سورہ فاتحہ اول اول نازل نہیں ہوئی تھی۔

اسی طرح سورہ فاتحہ کے خاتمے پر جو آمین کہی جاتی ہے اس کی تفسیر کی ہے کہ: ہم تیرا قصد کرتے ہیں''۔

مصنف رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہ بھی بری تفسیر ہے۔ اس لئے کہ یہ أمّ سے نہیں ہے، جس کے معنی قصد کرنے کے آتے ہیں۔ کیوں کہ اگر ایسا ہوتا تو آمین کی میم کو تشدید ہوتی۔

اسی طرح اللہ تعالی کے قول: وإن یأتوکم أسریٰ کے سلسلے میں لکھا ہے کہ ابو

عثمان نے کہا کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو گناہوں میں غرق ہوں۔ اور واسطی نے کہا کہ جو اپنے افعال کو دیکھنے میں غرق ہوں۔ اور جنید نے کہا کہ جو اسباب دنیا کے اندر قید ہوں۔ اور ''تم ان کا فدیہ دیتے ہو'' کا معنی یہ بیان کیا ہے کہ انہیں دنیا سے قطع تعلق کی طرف لے جاتے ہو۔

میں کہتا ہوں کہ یہ آیت بطور انکار کے آئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہود کے طرز عمل پر نکیر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ جب تم انہیں قید کرتے ہو تو فدیہ دیتے ہو اور جب ان سے جنگ کرتے ہو تو قتل کرتے ہو (حالاں کہ یہ بات تم پر حرام کی گئی ہے) مگر ان اہل تصوف نے اس کی تفسیر انکار کے بجائے مدح کے طور پر کی ہے۔

محمد بن علی نے یحب التوابین کا معنی بیان کیا ہے کہ اللہ ان لوگوں سے محبت کرتا ہے جو اپنی توبہ سے توبہ کرتے ہیں (یعنی توبہ توڑ دیتے ہیں۔)

اور نوری نے یقبض ویبسط (اللہ روزی تنگ کرتا اور کشادہ کرتا ہے) کی تفسیر یوں کی ہے کہ وہ اپنے ذریعہ قبض کرتا ہے اور اپنے لئے پھیلاتا ہے۔ اور من دخله کان آمنا کی تفسیر یہ کی ہے کہ حرم میں داخل ہونے والا اپنے نفس کے خیالات اور شیطان کے وسوسوں سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ حالاں کہ یہ نہایت گندی تفسیر ہے کیوں کہ آیت کا لفظ خبر کا لفظ ہے لیکن معنی امر کا ہے اور مفہوم یہ ہے کہ جو حرم میں داخل ہو جائے اسے امن دے دو۔ لیکن ان حضرات نے اس کی تفسیر خبر سے کی ہے۔ پھر جو تفسیر کی ہے وہ صحیح بھی نہیں۔ کیوں کہ کتنے ہی لوگ ہیں جو حرم میں داخل ہوتے ہیں۔ لیکن نفس کے خیالات اور شیطانی وسوسوں سے محفوظ نہیں رہتے۔

إن تجتنبوا كبائر ما تنهون عنه (یعنی اگر تم بڑے بڑے گناہوں سے پرہیز کرو گے تو ہم معمولی گناہوں کو بخش دیں گے۔ الخ) اس کی تفسیر میں ابو تراب نے کہا

کہ کبائر سے مراد فاسد دعوے ہیں۔

والجار ذی القربی (قرابت دار پڑوسی) کی تفسیر میں سہل نے کہا کہ اس سے مراد دل ہے اور **الجار الجنب** (پہلو کا ساتھی) نفس ہے۔ اور **ابن السبیل** (راستہ چلنے والا مسافر) اعضاء جوارح ہیں۔

وھم بھا (یوسف نے اس کا قصد کیا) اس کی تفسیر میں ابوبکر دراق نے کہا کہ دونوں قصد امرأۃ العزیز کا تھا۔ یوسف علیہ السلام نے اس کا قصد نہیں کیا تھا میں کہتا ہوں یہ صریح قرآن کے خلاف ہے۔

ماھذا بشرا (یہ بشر نہیں) کی تفسیر محمد بن علی نے یوں کی ہے کہ یہ اس لائق نہیں ہے کہ اس کو مباشرت کے لئے بلایا جائے۔

زنجانی نے کہا کہ رعد (کڑک) فرشتوں کی بیہوشیاں ہیں اور برق (بجلی) ان کے دلوں کی آہیں ہیں۔ اور بارش ان کا آنسو ہے۔

وللہ المکر جمیعا کی تفسیر حسین نے یوں کی ہے کہ حق تعالیٰ اپنے بندوں کے ساتھ جیسا مکر کرتا ہے اس سے زیادہ واضح مکر کوئی نہیں کر سکتا۔ کیوں کہ اللہ نے ان کے ساتھ یہ وفا کی ہے کہ ان کے لئے اللہ کی جانب ہر حال میں راستہ ہے۔ یا حادث کے لئے قدیم کے ساتھ اتصال ہے۔

مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جو شخص اس کے معنی پر غور کرے گا اسے معلوم ہو جائے گا کہ یہ نرا کفر ہے۔ کیوں کہ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ کا مکر گویا ٹھٹھا اور کھلواڑ ہے۔ مگر یاد رہے کہ یہ حسین وہی ہے جو حلاج کے نام سے مشہور ہے۔ اور وہ اسی لائق ہے۔

لعمرک کی تفسیر میں لکھا ہے کہ تو اپنے راز کو ہمارے مشاہدے کے ذریعہ تعمیر کرتا ہے۔

"میں کہتا ہوں کہ پوری کتاب اسی ڈھنگ کی ہے۔ میں نے سوچا کہ یہاں اس کا کافی حصہ درج کر دوں۔ لیکن پھر خیال آیا کہ اس طرح ایک ایسی بات کے لکھنے میں وقت ضائع ہوگا جو یا تو کفر ہے یا خطا اور ھذیان ہے۔ یہ تفسیر اسی ڈھنگ کی ہے جیسی ہم باطنیہ سے نقل کر چکے ہیں۔ لہٰذا جو شخص اس کتاب کے مشتملات کو جاننا چاہتا ہو، اسے معلوم ہونا چاہیئے کہ یہی اس کا نمونہ ہے۔ اور جو شخص مزید چاہتا ہو، وہ اس کتاب کا مطالعہ کر لے"[1]

اور یہ جو کچھ امام ابن جوزی نے ذکر کیا ہے یہ اس گروہ کے اوائل سے منقول صوفیانہ تاویلات کا محض نمونہ ہے۔ ورنہ اگر ہم اہل تصوف کے ہاتھوں قرآن وحدیث کی لکھی ہوئی خبیث باطنی تاویلات کا تتبع شروع کر دیں تو دسیوں دفتر جمع ہو جائیں گے، جو سب کے سب اسی قسم کے ہذیان، افتراء اور اللہ پر بلا علم گھڑی ہوئی باتوں سے پر ہوں گے۔ اور اوپر سے یہ زعم بھی ہوگا کہ یہی قرآن کے حقیقی معانی ہیں۔

افسوس ہے کہ قرآن وحدیث کے اسی باطنی منہج پر اس گروہ کے پیروکار آج تک کاربند ہیں۔ بلکہ ان صوفیانہ خرافات کی تصدیق میں مبتلا ہونے والوں کے لئے یہ خصوصی نہج اور اسلوب بن چکا ہے۔ تم مصطفیٰ محمود کی کتاب "القرآن محاولة لتفسير عصري" دیکھو یا وہ کتابیں دیکھو جنہیں نام نہاد جمہوری سودانی پارٹی کے لیڈر محمود محمد طہ سودانی نے تالیف کیا ہے تو تمہیں ان عجیب وغریب نمونوں کا علم ہوگا جو صوفیانہ افکار کے زیر اثر وجود میں آ کر مسلمانوں کے سامنے قرآن وحدیث کی باطنی تاویلات کے لباس میں ظاہر ہوئے ہیں۔

---

[1] تلبیس ابلیس ص ۳۳۲ و ص ۳۳۳

بعض نمونے پیش خدمت ہیں:

☆ المحاولة العصرية لتفسير القرآن (قرآن کریم کی عصری تفسیر کی کوشش) جسے ڈاکٹر مصطفیٰ محمود نے مصری رسالہ صباح الخیر کے صفحات پر قلمبند کیا۔ پھر اسے ''القرآن محاولة لفهم عصري للقرآن'' کے نام سے کتابی شکل میں جمع کیا۔ یہ تفسیر قرآن کی نئی صوفیانہ کاوش ہے۔ اور یہ ڈاکٹر موصوف کے فکری استاذ محمود محمد طه کے الفاظ میں صوفیانہ افکار کے دائرہ میں ایک وسیع کاوش ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر موصوف اس کی تعریف کرتے ہوئے اپنی کتاب میں لکھتے ہیں:

''مجھے اسلامی مفکر محمود طہ کے ''الصلاۃ'' نامی رسالہ کی ایک نفیس تعبیر بہت ہی پسند آئی۔ موصوف نے لکھا ہے:

> اللہ نے آدم کو کیچڑ یا گارے سے دھیرے دھیرے وجود کی طرف نکالا۔ ولقد خلقنا الإنسان من سلالة من طين ہم نے انسان کو مٹی کے گارے سے پیدا کیا۔ یہ مٹی سے درجہ بدرجہ اور قدم بہ قدم انسان کے پھوٹنے اور وجود میں آنے کی بات ہے۔ یعنی ایلیا سے اسفنج، اس سے نرم حیوانات اور ان سے چھلکے والے حیوانات، اور ان سے ہڈی والے حیوانات، اور ان سے مچھلیاں، مچھلیوں سے زمین پر گھسٹنے والے جانور، اور ان سے چڑیاں اور چڑیوں سے چھاتی والے جانور بنتے گئے۔ یہاں تک کہ اللہ کے فضل و ہدایت اور رہنمائی سے آدمیت کا اعلیٰ مرتبہ وجود میں آیا۔ (المحاوله ص ۵۳)

ڈاکٹر مصطفیٰ محمود کا یہ اسلامی مفکر درحقیقت سوڈان کا ایک زرعی انجینئر ہے جس نے تصوف کا مطالعہ کیا۔ اور اس دعوے تک پہنچا کہ اس سے تمام شرعی احکام ساقط ہو گئے ہیں۔ (اور وہ مکلف نہیں رہ گیا ہے) کیوں کہ وہ یقین کے مرحلے تک پہنچ گیا ہے۔ اس کی

ایک کتاب تو وہی نماز سے متعلق ہے جس سے ڈاکٹر مصطفیٰ محمود نے مذکورہ عبارت نقل کی ہے۔اس کے علاوہ اس کی کچھ اور کتابیں بھی ہیں۔اور دلچسپ بات یہ ہے کہ اس کی ایک کتاب ''تفسیر قرآن کی عصری کاوش'' کے رد میں بھی ہے۔

اور ڈاکٹر موصوف کو محمود محمد طہٰ کی کتاب الصلاۃ کی جو بات پسند آئی، اور جسے ہم ابھی نقل کر چکے ہیں، وہ درحقیقت آدم علیہ السلام کی پیدائش کے معاملے میں ڈارون کے نظریے کو گھسیڑنے کی عجیب وغریب کوشش ہے۔حالاں کہ اب اس نظریہ پر کسی کو یقین نہیں رہ گیا ہے سوائے ان لوگوں کے جو ہر قسم کے اوٹ پٹانگ خیال کو لے کر اس سے اللہ عزوجل کے کلام کی تفسیر کرنے بیٹھ جاتے ہیں۔اور دعویٰ کرتے ہیں کہ انہیں یہ بات کشف اور مجاہدہ کے ذریعہ معلوم ہوئی ہے۔حالاں کہ وہ محض کافروں اور ملحدوں کے افکار وخیالات کی نقل ہوتی ہے جس پر وہ قرآن کریم کی آیات کا لیبل لگانے کی کوشش کرتے ہیں۔

باقی رہی یہ بات کہ تفسیر وتعبیر قرآن کی عصری کاوش صوفیانہ افکار کے دائرہ سے اٹھی ہے تو اس کی دلیل قرآن کے متعلق ڈاکٹر مصطفیٰ محمود کی حسب ذیل عبارتیں ہیں:

(الف) ڈاکٹر مصطفیٰ محمود نے ''أسماء اللہ'' کے عنوان سے پوری ایک فصل قلمبند کی ہے جس میں رب اور الٰہ کے معانی کی صحیح اور سالم معرفت وہی قرار دی ہے جسے اہل تصوف نے دریافت کیا ہے۔چنانچہ لکھتے ہیں:

''اہل تصوف کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ حد درجہ ظاہر ہونے کے سبب ہم سے پوشیدہ ہے''۔ص ۹۹

اس کے بعد موصوف صوفیانہ فکر کی مدح سرائی میں یوں رواں دواں ہیں کہ:

''صوفیاء اللہ کا قرب محبت کی وجہ سے چاہتے ہیں جہنم کے خوف یا جنت کی طلب کی وجہ سے نہیں۔اور وہ کہتے ہیں کہ ہم کائنات سے اس کے بنانے والے کی طرف مسلسل ہجرت میں

ہیں۔''ص۱۰۰۔

پھر لکھتے ہیں کہ:''اہل تصوف کے مختلف اطوار و حالات ہوتے ہیں۔اور وہ بڑی دلچسپ رائے کے حامل ہوتے ہیں جو اپنی خاص گہرائی اور معنی رکھتی ہیں۔چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ معصیت کبھی کبھی طاعت سے افضل ہوتی ہے۔کیوں کہ بعض معصیتیں اللہ کے خوف اور ذل وانکسار کی طرف لے جاتی ہیں۔جب کہ بعض طاعتیں تکبر اور فریب نفس میں مبتلا کر دیتی ہیں۔اور اس طرح فرمانبردار کے مقابل میں نافرمان اللہ تعالیٰ کے کہیں زیادہ قریب اور باادب ہو جاتا ہے''۔ص۱۰۱

پھر لکھتے ہیں کہ:''صوفی اور جوگی اور راھب سب ایک ہی راہ کے راہی ہیں۔اور زندگی کے بارے میں سب کی ایک ہی منطق اور ایک ہی اسلوب ہے جس کا نام ہے زھد''۔ص۱۰۱

پھر فرماتے ہیں:''جوگی اور راھب اور مسلمان صوفی سب ایک ہی اسلوب سے اللہ کا قرب اور اس کی بارگاہ تک رسائی چاہتے ہیں یعنی تسبیحات کے ذریعہ۔چنانچہ اللہ کو یہ لوگ اس کے ناموں سے پکارتے ہیں۔''**وللہ الأسماء الحسنی فادعوہ بھا** ''اور اللہ کے بہترین نام ہیں پس اس کو ان ہی ناموں سے پکارو''۔

''اور تسبیحات (جاپ) کے ذریعہ ایک خاص قسم کا جوگ کیا جاتا ہے جسے منتر جوگ کہتے ہیں۔یہ ھندی (سنسکرت) زبان کے لفظ منترام سے بنا ہے۔جس کے معنی تسبیح یا جاپ کے ہیں۔اور سنسکرت کی ایک خاص تسبیح (جاپ) یہ ہے کہ جوگی خشوع کے ساتھ ہزاروں بار''ہری رام'' کے الفاظ تلاوت کرتا ہے۔یہ الفاظ ہمارے لفظ''رحمٰن و رحیم'' کے بالمقابل ہیں۔اور یہ سنسکرت

زبان میں اللہ کا نام ہے۔اور جوگی اپنی گردن میں ہزار دانے کی ایک لمبی تسبیح لٹکائے رہتا ہے۔

اس کے بعد ڈاکٹر مصطفیٰ محمود تصوف کے طریقے اور اہل تصوف کے فہم اسلام کی تعریف کرتے ہوئے مزید آگے بڑھتے ہیں،اور لکھتے ہیں:

''تصوف درحقیقت بلند مدارک کے ذریعہ ادراک کا نام ہے۔اور صوفی عارف ہوتا ہے'' ۔ص ۱۰۳

پھر ڈاکٹر صاحب موصوف قرآنی آیات کو صوفیوں کی باطنی تفسیر کے سانچے میں ڈھالنے کے لئے ان کے پیچھے پیچھے دوڑتے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

''داود علیہ السلام کے بعض واقعات میں ہے کہ انہوں نے کہا:''اے میرے پروردگار میں تجھے کہاں پاؤں؟ اس نے کہا اپنے آپ کو چھوڑ،اور آ۔۔۔اپنے آپ سے غائب ہو جا۔مجھے پا جائے گا۔''

اسی سلسلے میں بعض اہل تصوف نے قرآن میں موسیٰ علیہ السلام سے اللہ کی گفتگو کی تفسیر یوں کی ہے کہ:''فاخلع نعلیک إنک بالواد المقدس طوی (تم اپنے جوتے اتار دو۔تم وادی مقدس طوی میں ہو۔) میں نعلین (دونوں جوتوں) سے مراد نفس اور جسم ہے۔یا نفس اور لذات جسم میں لہذا اللہ سے ملاقات ہو نہیں سکتی جب تک کہ انسان اپنے دونوں جوتے یعنی نفس اور جسم کو موت یا زھد کے ذریعہ اتار نہ دے''۔ص ۱۰۴

پھر ڈاکٹر صاحب مزید آگے بڑھتے ہیں اور فرماتے ہیں:

''صوفی سوال نہیں کرتا۔۔۔وہ بیمار ہوتا ہے تو اللہ سے شفا نہیں مانگتا۔ بلکہ ادب سے کہتا ہے: میں اللہ کے ارادہ کے بالمقابل اپنے لیئے کوئی ارادہ کیوں کر بنا سکتا ہوں کہ اس

سے ایسی بات کا سوال کروں جسے اس نے نہیں کیا"۔ص ۱۰۵

پھر اللہ تعالیٰ کے قول: وما خلقت الجن والإنس إلا لیعبدون کی تفسیر یہ کی ہے کہ "میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ مجھے پہچانیں"

پھر اس صوفیانہ فصل کے خاتمے پر لکھتے ہیں:

"یہی لوگ اہل اسرار، اصحاب قرب وشہود اور برحق اولیاء صالحین ہیں"۔ص ۱۰۹

اب دیکھنا یہ ہے کہ اس صوفیانہ منہج نے جو ڈاکٹر موصوف کا اپنا منتخب کردہ ہے ان پر کیا اثر ڈالا ہے اور اس فکر کا نتیجہ ڈاکٹر موصوف کے یہاں کیا ہے؟

ڈاکٹر مصطفیٰ محمود نے قرآن مجید کی تاویل وتفسیر کا بیڑہ اٹھایا تو لوگوں کے سامنے کیا چیز لے کر نمودار ہوئے؟ اور رب العالمین سبحانہ وتعالیٰ کی کتاب کا وہ کیا عصری فہم ہے جو انہوں نے پیش کیا؟ اس سلسلے میں ڈاکٹر صاحب موصوف کے فہم کی رسائی کے چند نمونے پیش خدمت ہیں:

(الف) ڈاکٹر صاحب موصوف نے اپنے حسب ارشاد اس درخت کو پہچاننے کی کوشش کی ہے جس سے کھا کر آدم علیہ السلام نے اللہ تبارک وتعالیٰ کی نافرمانی کی۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر صاحب کا اجتہاد خود ان کے حسب ارشاد یہ ہے:

"جنسی اختلاط ہی وہ ممنوعہ درخت تھا جس سے زندگی نے زندگی کو کھالیا اور وہ عدم کے گڑھے میں جا گری"۔۔۔۔ "اور شیطان جانتا تھا کہ نسل کا درخت موت کے آغاز اور دائمی جنت سے نکالے جانے کا اعلان ہے۔ اس لئے اس کے ایک پیغام رساں نے آدم سے یہ جھوٹ کہا کہ بعینہ یہی درخت ہمیشگی کا درخت ہے۔ اور اسے ورغلایا کہ وہ اپنی بیوی سے جسمانی اختلاط کرے"۔ص ۶۲۔

''پھر ڈاکٹر صاحب اسی پر اکتفا نہیں کرتے۔ بلکہ وہ یہ بھی یقین کرتے ہیں کہ حواء اسی جنسی اختلاط کے دوران حاملہ ہو گئیں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

''پھر ہم دیکھتے ہیں کہ درخت چکھ لینے کے بعد قرآن مجید ان دونوں کو یوں خطاب کرتا ہے کہ وہ جمع ہیں۔ چنانچہ کہتا ہے:''اھبطوا بعضکم لبعض عدو'' (تم سب اتر جاؤ۔ تم میں کا بعض بعض کا دشمن ہوگا۔) حالانکہ اس غلطی سے قبل انہی آیات میں خطاب مثنی (دو) کو ہوا کرتا تھا۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ اس درخت سے کھانا تکاثر کا سبب بنا''۔ ص ۶۲

پھر اس ساری ہذیان کے بعد موصوف فرماتے ہیں:

''ان مسائل میں ہمارے لئے قطعی طور پر کچھ کہنا ممکن نہیں۔ بلکہ یہ کہنا ضروری ہے کہ وہ درخت اب بھی ایک چیستاں ہے۔ اور پیدائش کا معاملہ اب بھی ایک غیبی معاملہ ہے جس کے بارے میں ہم اجتہاد سے زیادہ کچھ کہہ نہیں سکتے۔ اللہ اپنی کتاب کو بہتر جانتا ہے۔ اور صرف وہی ہے جو اس کی تاویل سے آگاہ ہے''۔

میں کہتا ہوں کہ جب معاملہ ایسا ہے تو پھر آپ نے یقین کے ساتھ کوئی بات کیسے کہی، اور ابھی وہ تفسیر کیسے کر دی جو آپ کو شیریں لگ رہی تھی۔ اور اللہ پر اور اس کی کتاب پر جو کچھ چاہا بغیر علم و ہدایت کے کیسے کہہ دیا۔ اور معانی قرآن کے سلسلے میں وہ سارے دعوے کیسے ہانک دیئے جو آپ کی خواہش اور رائے کے موافق تھے۔

پھر یہ کتنی عجیب بات ہے کہ ان سب کے باوجود ڈاکٹر مصطفی محمود خود ہی قرآن کی باطنی تفسیر کرنے والے بھائیوں پر زور و شور سے حملہ آور ہوتے ہیں۔ چنانچہ ایک موقع پر لکھتے ہیں:

''اور یہ بات حروف کے ظاہر اور کلمات و عبارات کے تقاضوں سے ہٹ کر قرآن کی باطنی تفسیر کرنے کی خطرناکی کو واضح کرتی ہے۔ اور بتلاتی ہے کہ اس

قسم کی تفسیریں کسی طرح دین کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے پر منتج ہوسکتی ہیں۔ یہ بعینہ وہی عمل ہے جسے خوارج، اثنا عشری، باطنی اور بابی فرقے قرآن مجید کو اپنے اغراض کے سانچے میں ڈھالنے اور ایک دوسرے کا توڑ کرنے کے لئے اختیار کرنے پر مجبور ہوتے تھے''۔

پھر ڈاکٹر صاحب موصوف مزید لکھتے ہیں:

''اور یہ بات ہمیں تفسیر کے سلسلے میں ایک خاص موقف تک لے جاتی ہے جس کا التزام ضروری ہے۔ اور وہ ہے عبارت سے حرف بحرف جڑے رہنا، اور الفاظ کے ظاہر معنی سے چپکے رہنا۔ یعنی ہم کسی باطنی تفسیر کی طرف خود قرآنی الفاظ کے الہام و اشارہ کے بغیر منتقل نہ ہوں۔ اور ظاہرً او باطناً بہر صورت قرآن کی تفسیر قرآن ہی سے کریں۔ اور وہ بھی اس طرح کہ ہماری باطنی تفسیر، الفاظ کے ظاہری مفہوم سے نہ تو ٹکراتی ہو اور نہ اس کی نفی کرتی ہو''۔ (المحاولہ ص ۱۲۲، ۱۲۳)

یہ عجیب بات ہے کہ ڈاکٹر صاحب موصوف نے باطنی تفسیر کی خطرناکی کے متعلق جو کچھ فرمایا ہے ان سب کے باوجود خود اپنے لیئے اس کا دروازہ کھول رکھا ہے، تاکہ اپنی آرزو کے مطابق جو کچھ کہنا چاہیں کہہ سکیں۔ چنانچہ موصوف نے جنت اور جہنم کو حقیقی اور محسوس شئے کے بجائے معنوی عذاب اور نعمت قرار دیا ہے۔ اور فرمایا ہے کہ مجھے شہد نا پسند ہے۔ اور جب سے میں نے سنا ہے کہ جنت میں شہد کی نہریں ہوں گی، میری طبیعت کو انقباض ہو گیا ہے۔ اسی طرح موصوف نے باشندگان چین کو یا جوج ماجوج قرار دیا ہے۔ اور حدیث میں جس دجال کا ذکر ہے اس سے مراد موجودہ سائنس قرار دی ہے۔ کیوں کہ یہ سائنس ایک آنکھ سے صرف دنیا کی طرف دیکھتی ہے۔ اسی طرح عورتوں کے لیئے تیرا کی

کے لباس کو اللہ کے خلق میں تفکر کا تقاضا اور ضرورت کا لباس قرار دیا ہے۔ یہ ان کی تاویلات کا مشتے نمونہ از خروارے ہے۔

باقی رہا ان کا استاد محمد محمود طہ سوادنی، جس کی باتیں موصوف نے نقل کی ہیں تو یہ وہ شخص ہے جسے تاویلات نے اس مقام تک پہنچایا کہ اس نے اپنے اوپر سے شریعت ساقط کر لی۔ چنانچہ وہ نماز نہیں پڑھتا۔ کیوں کہ وہ اللہ کے مرتبہ کو پہنچ گیا ہے۔ اور اسے قرآن میں اشتراکیت مل گئی ہے۔ کیوں کہ اللہ فرماتا ہے: ''ویسئلونک ماذا ینفقون قل العفو'' (لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں۔ آپ کہہ دیں کہ زائد مال) عفو کا مطلب اس شخص کے خیال میں یہ ہے کہ وہ مال جو حاجت ضروریہ سے فالتو ہو۔ اور اس کا مطلب اس شخص کے نزدیک یہ ہے کہ مال اکٹھا کرنا جائز نہیں۔ اور زائد کمائی ساری کی ساری خرچ کر دینی ضروری ہے۔

ان ساری خرافات اور لاف وگزاف کے باوجود اس قسم کے خیالات کو رواج حاصل ہوا۔ میں نے سودان کی نام نہاد جمہوری پارٹی کے بہت سارے افراد سے بحث و گفتگو کی ہے۔ اور قارئین کرام کو تعجب ہوگا کہ اس قسم کے باطنی افکار کو یونیورسٹیوں کے اساتذہ، وکلاء، مدرسین اور طلبہ نے اختیار کر رکھا ہے۔ اور وہ ان خیالات کی مدافعت عجیب جاں سوزی سے کرتے ہیں۔ پس اس سے بڑھ کر خطرے کی بات اور کیا ہو سکتی ہے؟

☆☆

۳۔ اسلامی عقیدہ کی بربادی

صوفیانہ افکار سب سے پہلے جس چیز کو تباہ و برباد کرتے اور بدلتے ہیں، وہ ہے صاف ستھرا اسلامی عقیدہ، عقیدۂ کتاب وسنت، کیوں کہ صوفیانہ افکار دنیا بھر میں پھیلے ہوئے ہر قسم کے جدید وقدیم فلسفوں، خرافات اور لاف وگزاف کا پورا پورا معجون مرکب ہیں۔ دنیا

کا کوئی بھی کفر، زندقہ اور الحاد ایسا نہیں جو صوفیانہ افکار میں داخل ہو کر صوفی عقیدے کا ایک جزو نہ بن گیا ہو۔ چنانچہ ایک طرف وحدۃ الوجود کا قول ہے کہ جو کچھ موجود ہے وہ اللہ ہی ہے۔ تو دوسری طرف مخلوق میں اللہ کی ذات یا صفات کے حلول کا قول ہے۔ کہیں معصوم ہونے کا دعوی ہے تو کہیں غیب سے تلقی اور حصول کی ترنگ ہے۔ کہیں محمد ﷺ کو سارے عالم کا قبہ اور عرش پر مستوی قرار دیا جا رہا ہے، تو کہیں کہا جاتا ہے کہ اولیاء کرام دنیا کا نظام چلاتے اور کائنات پر حکومت کرتے ہیں۔ غرض کہا جا سکتا ہے کہ روئے زمین پر کوئی بھی شرکیہ عقیدہ ایسا نہیں پایا جاتا جسے صوفیانہ افکار کی طرف منتقل نہ کر لیا گیا ہو، اور اس کو آیات و احادیث کا لباس نہ پہنا دیا گیا ہو۔ بلکہ کوئی بھی صوفی جو یہ جانتا ہو کہ تصوف کیا ہے میں اسے چیلنج کرتا ہوں کہ وہ اپنے عقیدہ کے مطابق یہ ثابت کر دے کہ ابلیس کافر اور جہنمی ہے۔ اور فرعون کافر اور جہنمی تھا۔ اور بنو اسرائیل کے جن لوگوں نے بچھڑے کی پوجا کی تھی انہوں نے غلطی کی تھی۔ اور آج کل جو لوگ گائے کی پوجا کرتے ہیں وہ کافر ہیں۔۔۔ کوئی بھی صوفی جو جانتا ہو کہ تصوف کی حقیقت کیا ہے میں اسے چیلنج کرتا ہوں کہ وہ ان باتوں کو ثابت کر دے۔

کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ یہ باتیں ثابت کیوں نہیں کی جا سکتیں جب کہ یہ قرآن اور حدیث سے ثابت ہیں۔ اور ہر مومن ان کی گواہی دیتا ہے۔ اور جو اس میں شک کرے وہ خود ہی کافر ہے۔

جواب یہ ہے کہ اگر صوفی ان باتوں کو ثابت کر دے تو وہ عقیدہ تصوف ہی کو مطعون کر دے گا۔ اور اپنے اکابر اور بزرگوں کو مشکوک ٹھہرا دے گا۔ بلکہ اپنے بڑے بڑے رہنماؤں اور اساطین کو کافر قرار دے دے گا۔ اور نتیجہ کے طور پر وہ خود تصوف کے دائرہ سے باہر ہو جائے گا۔ کیوں کہ صوفیوں کے شیخ اکبر بد دین ابن عربی کا دعوی ہے کہ

فرعون موسیٰ علیہ السلام سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کو جانتا تھا۔ اور جن لوگوں نے بچھڑے کی پوجا کی تھی انہوں نے اللہ ہی کو پوجا تھا۔ کیوں کہ بچھڑا بھی۔ اس کے خبیث عقیدے کی رو سے اللہ تعالیٰ ہی کا ایک روپ تھا۔ (**تعالیٰ اللہ عن ذلک علوًا کبیرا**) بلکہ اس شخص کے نزدیک بتوں کے پجاری بھی اللہ تعالیٰ ہی کی پوجا کرتے ہیں۔ کیوں کہ اس شخص کے نزدیک یہ سارے جدا جدا روپ بھی اللہ ہی کے روپ ہیں۔ وہ ہی سورج اور چاند ہے۔ وہی جن وانس ہے۔ وہی فرشتہ اور شیطان ہے۔ بلکہ وہی جنت اور جہنم ہے۔ وہی حیوان اور پیڑ پودا ہے اور وہی مٹی اور اینٹ پتھر ہے۔ لہٰذا زمین پر جو کچھ بھی پوجا جائے وہ اللہ کے سوا کچھ نہیں۔ ابلیس بھی ابن عربی کے نزدیک اللہ تعالیٰ ہی کا ایک جزو ہے۔ (**تعالی اللہ عن ذلک علوًا کبیرا**)

دلچسپ بات یہ ہے کہ اس ملعون عقیدہ کو (جس سے بڑھ کر گندہ، بیہودہ، بدبودار اور بدکردارانہ عقیدہ روئے زمین نے کبھی نہ دیکھا ہوگا) صوفیاء حضرات سرّ الاسرار (رازوں کا راز) غایتوں کی غایت، ارادتوں کا منتہا، پہنچے ہوئے کاملین کا مقام اور عارفین کی امیدوں کی آخری منزل قرار دیتے ہیں۔ حالاں کہ یہ بددینوں، زندیقوں، برہمنوں، ہندؤں اور یونان کے پرانے فلسفیوں کا عقیدہ ہے۔ اور اس کے بعد تصوف میں جو برائی بھی داخل ہوئی وہ یقیناً اسی ملعون عقیدے کی تاریکی میں چھپ کر داخل ہوئی۔ اور یہ ایسی حقیقت ہے کہ آج روئے زمین پر تصوف کی حقیقت کو جاننے والا کوئی بھی صوفی اس کا انکار نہیں کر سکتا۔ اور نہ اسے برا کہہ سکتا ہے۔ بلکہ وہ زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتا ہے کہ ان لوگوں کا علم صرف اربابِ ذوق اور اہل معرفت ہی سمجھ سکتے ہیں۔ حالاں کہ یہ بات واضح عربی زبان میں صاف صاف لکھی ہوئی ہے۔ ان حضرات نے اسے ضخیم ضخیم جلدوں میں لکھا ہے۔ اور نثر اور شعر اور قصوں اور امثال سے اس کی شرح کی ہے۔

البتہ بعض اہل تصوف اس سلسلے میں یہ معزرت کرتے ہیں کہ یہ بات وجد کے غلبے اور شطحیات کے طور پر کہی گئی ہے۔ مگر معلوم ہے کہ شطح درحقیقت مدہوشی، پاگل پن اور جنون کو کہتے ہیں۔ اور اہل تصوف کا دعوی ہے کہ ان کے یہ احوال کامل ترین احوال ہیں۔ اس لیئے سوال یہ ہے کہ جنون اور پاگل پن کمال کیوں کر ہو سکتا ہے۔ پھر جو بات دسیوں جلدوں میں لکھی اور مدون کی گئی ہے، اور جسے تصوف کی غایۃ الغایات اور امیدوں کی آخری منزل قرار دے کر لوگوں کو اس کی دعوت دی جارہی ہے وہ بات شطحیات (پاگل پن کی بات) کیسے ہو سکتی ہے؟

کبھی کبھی یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ باتیں گھڑ کر ان کی طرف منسوب کر دی گئی ہیں۔۔۔ مگر یہ بھی درحقیقت صوفیوں کے جھوٹ اور فریب کاری کا ایک حصہ ہے۔ میں ہر صوفی کو چیلنج کرتا ہوں کہ وہ کسی معین عبارت کو ذکر کر کے بتائے کہ یہ غلط طور پر ان کی طرف منسوب کی گئی ہے۔ یا کسی خاص اور معین عقیدے کو ذکر کر کے بتائے کہ فلاں لکھنے والے کی طرف اسے غلط طور پر منسوب کیا گیا ہے۔ بھلا ایسا کیسے ہو سکتا ہے، جب کہ اس سلسلے میں پوری پوری کتابیں لکھ ماری گئی ہیں۔ آراستہ و پیراستہ عقیدے تصنیف کر ڈالے گئے ہیں۔ اور موزون و خوش آہنگ قصیدے کہہ ڈالے گئے ہیں۔ میں کسی بھی صوفی کو چیلنج کرتا ہوں کہ وہ بتائے کہ یہ قصیدہ غلط طور پر منسوب ہے۔ یا فلاں معین قول غلط طور پر منسوب ہے۔ کیوں کہ اگر وہ ایسا کہے گا تو پھر سارا کا سارا تصوف جھوٹا اور غلط انتساب کا مجموعہ بن جائے گا۔ اور یہی بات برحق بھی ہے۔ کیوں کہ تصوف کے یہ بڑے بڑے جغادری یعنی حلاج، بسطامی، جیلی، ابن سبعین، ابن عربی، نابلسی، تیجانی وغیرہ وغیرہ یہ سب کے سب درحقیقت اس امت میں غلط طور پر گھسائے گئے اور اس امت کی طرف غلط طور پر منسوب کیئے گئے ہیں۔ انہوں نے اللہ اور رسولؐ پر جھوٹ گھڑا ہے۔ اللہ کے دین میں باطل بات کہی ہے۔

ان میں سے ہر ایک کا زعم ہی کہ وہ خود اللہ ہے جو کائنات میں تصرف کرتا ہے۔ اور ہر ایک کا دعوی ہے کہ اللہ نے اس کائنات کا ایک حصہ اس کو سونپا ہے۔ ان میں سے ہر کوئی سمجھتا ہے کہ وہ ولی کامل ہے جس کے پاس صبح وشام وحی آتی ہے۔ بلکہ وہ غیب سے واقف ہے اور لوح محفوظ کو پڑھتا ہے۔ اللہ نے اس کو خاتم الاولیاء بنایا ہے۔ اور اسے دنیا کا قبلہ اور ساری مخلوق کے لئے معجزہ اور مینار قرار دیا ہے۔ نبی کے بعد براہ راست اسی کا درجہ ومقام ہے۔ نبی ان کے نزدیک عرش رحمانی پر مستولی ومستوی ہے۔ یعنی عرش پر محمد ﷺ کی ذات کے سوا کچھ نہیں۔ محمد ﷺ ان کے نزدیک تمام ذات میں سب سے پہلا وجود ہیں۔ اور تمام تعینات میں سب سے پہلا تعین ہیں۔ وہی اللہ کے عرش پر مستوی ہیں۔ وہی سارے انبیاء کی طرف وحی بھیجتے ہیں۔ اور سارے اولیاء کو الہام کرتے ہیں۔ بلکہ انہوں نے خود اپنی طرف سے اپنے پاس وحی بھیجی۔ یعنی انہوں نے وحی کو آسمان پر جبریل کے حوالے کیا۔ اور زمین پر ان سے وصول کیا۔

مسلمانو! کبھی آپ لوگوں نے کوئی ایسا عقیدہ سنا ہے جو اس درجہ بے حیائی، خست، گراوٹ، کفر اور بے دینی لئے ہوئے ہو؟ ۔۔۔ یہ ہے صوفیوں کا عقیدہ، اور یہ ہے ان کی میراث، اور یہ ہے ان کا دین ۔۔ بحمد اللہ ہم نے یہ ساری باتیں تفصیل کے ساتھ اپنی کتاب "الفکر الصوفی فی ضوء الکتاب والسنۃ" کے دوسرے ایڈیشن میں بیان کر دی ہیں۔ اور ہر بات کے ثبوت میں ان زندیقوں کی کتابوں سے لمبی لمبی عبارتیں نقل کر دی ہیں۔ یہ زندیق آج بھی دنیا کے سامنے یوں ظاہر ہوتے ہیں کہ گویا وہ اللہ کے ولی اور محبوب ہیں، دلوں کی کنجیوں کے مالک ہیں۔ اور ان کے پاس مسلمانوں کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لانے کے لئے تربیت کا بہترین اور افضل ترین طریقہ ہے۔ حالاں

کہ یہ ہے ان کا عقیدہ اور یہ ہے ان کا طریقہ، جو مسلمانوں کا دین بگاڑنے اور لوگوں کو رب العالمین کے پیغام سے ہٹانے اور بہکانے کا کام کرتا ہے۔

............☆☆............

۴۔ فسق و فجور اور اباحیت کی دعوت

جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ تصوف کی بنیاد پہلے پہل تقویٰ پر تھی وہ غلطی پر ہیں۔ ان کے متعلق ابن جوزی رحمہ اللہ کی زبانی حسب ذیل حکایت سنیے۔ وہ ابو القاسم بن علی بن محسن تنوخی عن ابیہ کی سند سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بیان کیا کہ:

مجھے اہل علم کی ایک جماعت نے بتایا کہ شیراز میں ایک شخص تھا جو ابن خفیف بغدادی کے نام سے معروف تھا۔ اور وہاں صوفیوں کا شیخ (پیر) تھا۔ صوفیاء اس کے پاس جمع ہوتے۔ اور وہ دل میں گزرنے والے خیالات اور وسوسوں کے متعلق باتیں کرتا۔ اس کے حلقہ میں ہزاروں آدمی جمع ہوتے۔ وہ بڑا خوشحال، چالاک اور ماہر تھا۔ اس نے کمزور لوگوں کو اس مذہب میں پھنسا رکھا تھا۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ اس کے شاگردوں میں سے ایک آدمی مر گیا، اور اپنی صوفی بیوی کو چھوڑ گیا۔ اس کے پاس بڑی تعداد میں صوفی عورتیں جمع ہوئیں۔ اس ماتم میں ان کے سوا کوئی اور عورت شامل نہ تھی۔ جب لوگ اس آدمی کو دفن کر کے فارغ ہوئے تو ابن خفیف اور اس کے خواص شاگرد جو خاصی بڑی تعداد میں تھے اس کے گھر آئے۔ اور عورت کو صوفیوں کی باتوں کے ذریعہ تسلی دینے لگے۔ یہاں تک کہ اسنے کہا کہ مجھے تسلی ہو گئی۔ تب ابن خفیف نے اس عورت سے کہا: یہاں غیر بھی ہیں؟ اس نے کہا نہیں غیر نہیں ہیں۔ اسنے کہا: پھر نفس پر غم والم کی آفتوں کو لازم کرنے اور اسے رنج و غم کے عذاب

میں مبتلا رکھنے سے کیا فائدہ؟ آخر ہم کس بناء پر امتزاج (آپس میں خلط ملط ہونے) کو چھوڑ دیں، کیوں کہ اس سے انوار ایک دوسرے سے ملیں گے، روحیں صاف ہوں گی، آمد ورفت ہوگی اور برکتیں نازل ہوں گی۔ اس کے جواب میں ان عورتوں نے کہا: اگر آپ چاہیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مردوں اور عوتوں کی جماعتیں ایک دوسرے سے رات بھر بھڑی اور خلط ملط رہیں اور جب صبح ہوئی تو نکل بھاگیں۔

اس واقعہ کے راوی محسن کہتے ہیں: ابن خفیف نے جو یہ کہا تھا کہ کیا یہاں غیر ہیں؟ تو اس کا مطلب یہ تھا کہ کیا یہاں کوئی ایسا بھی ہے جو ہمارے مذہب کے موافق نہیں۔ اور عورت کے جواب کا مطلب یہ تھا کہ ہمارا کوئی مخالف موجود نہیں۔ ابن خفیف نے جو یہ کہا تھا کہ ہم امتزاج کو کیوں چھوڑ دیں، تو اس کا مطلب یہ تھا کہ وطی میں اختلاط ہونا چاہیے۔ (یعنی ایک ایک مرد کئی کئی عوتوں سے، اور ایک ایک عورتیں کئی کئی مردوں سے وطی کریں اور کرائیں۔) اور یہ جو کہا کہ اس سے انوار ایک دوسرے سے ملیں گے تو ان کا عقیدہ ہے کہ ہر جسم میں ایک خدائی نور ہے (پس بدکاری کے نتیجہ میں مرد اور عورت کے اندر موجود خدائی نور ایک دوسرے سے مل جائے گا۔ العیاذ باللہ) اور یہ جو کہا کہ آمد ورفت ہوگی، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تم میں سے جس کا شوہر مر گیا، یا سفر میں چلا گیا، اس کی جگہ دوسرا شخص آجائے گا۔

محسن کہتے ہیں کہ یہ میرے نزدیک ایک عظیم واقعہ ہے۔ اگر مجھے اس کی اطلاع ایک ایسی جماعت نے نہ دی ہوتی جو جھوٹ سے دور ونفور ہے تو یہ میرے نزدیک اتنا عظیم واقعہ ہے، اور دار الاسلام میں ایسی بات کا پیش آنا اس قدر مستبعد ہے کہ میں اسے بیان ہی

ل تلبیس ابلیس ص ۳۷۰،۳۷۱

نہ کرتا۔

وہ کہتے ہیں کہ: مجھے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ اور اس جیسی باتیں پھیل کر عضد الدولہ تک جا پہنچیں، اور اس نے ان کے ایک گروہ کو گرفتار کر کے کوڑوں سے پٹائی کی، اور ان کے مجمع کو پراگندہ کیا، تب وہ اس سے باز آئے[1]

غرض تمہیں یقین کرنا چاہئے کہ یہ گروہ اپنے ہر دور میں محض بددینوں، جھوٹے مدعیوں اور زندیقوں کا مجموعہ رہا ہے، جو بظاہر تو شریعت کے پاک وصاف ظاہر کی پابندی کرتا تھا۔ مگر نگاہوں سے پس پردہ کفر وفسق اور زندقہ چھپائے رکھتا تھا۔ اسی لئے ابن عقیل حتمی طور پر کہتے تھے۔ جیسا کہ ابن جوزی نے ان سے نقل کیا ہے کہ یہ لوگ زندیق، ملحد اور دین کے جھوٹے دعوے دار ہیں۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں: ''ان فارغ اور اثبات سے خالی لوگوں کی طرف کان لگانے سے خدا کے لئے بچو۔ یہ نرے بددین لوگ ہیں جو ایک طرف مزدوروں کا لباس یعنی گدڑی اور اون پہنتے ہیں اور دوسری طرف بدکردار بددینوں والے اعمال کرتے ہیں، یعنی کھاتے اور پیتے ہیں، ناچتے اور تھرکتے ہیں، عورتوں اور لونڈوں سے گانے سنتے ہیں۔ اور شریعت کے احکام چھوڑتے ہیں۔ زندیقوں کو بھی جرأت نہیں ہوئی تھی کہ شریعت کے احکام چھوڑ دیں۔ یہاں تک کہ اہل تصوف کا ظہور ہوا تو وہ بدکاروں کی روش ساتھ لائے''۔

یاد رہے کہ ابن عقیل رحمہ اللہ نے یہ بلیغ عبارت اپنے زمانہ کے صوفیوں کے احوال درج کرنے کے بعد لکھی ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

---

[1] تلبیس ابلیس ص ۳۷۴

ابن عقیل صوفیوں کی سیاہ کاریاں بیان کرتے ہیں

"میں کئی وجھوں سے صوفیوں کی مذمت کرتا ہوں جن کے فعل کی مذمت کو شریعت نے ضروری قرار دیا ہے۔ایک وجہ یہ ہے کہ: "انہوں نے بیکاری کے اڈے یا احدی خانے قائم کر رکھے ہیں۔اس سے مراد ان کی خانقاہیں ہیں۔ جہاں وہ مساجد کی جماعتوں سے کٹ کر پڑے رہتے ہیں۔ یہ خانقاہیں نہ تو مسجد میں نہ مکانات نہ دکانیں۔ وہ ان خانقاہوں میں اعمال معاش سے کٹ کر محض بیکار پڑے رہتے ہیں۔ اور کھانے پینے اور ناچنے گانے کے لئے جانوروں کی طرح اپنے بدن کو موٹا کرتے ہیں۔ اپنی چمک دمک دکھانے اور نگاہوں کو خیرہ کرنے کے لئے گدڑی اور پیوند پر اعتماد کرتے ہیں۔اور عوام اور عوتوں پر اثر انداز ہونے والے مختلف رنگ کے شعبدے دکھلاتے ہیں۔ جیسے ریشم کے مختلف رنگوں سے سقلاطون کی چمک دکھلائی جاتی ہے۔ یہ مختلف صورتیں بنا کر اور لباس پہن کر عورتوں اور بے داڑھی مونچھ کے نوخیز لڑکوں کو اپنی طرف مائل کرتے ہیں۔ اور جس گھر میں داخل ہوتے ہیں اگر وہاں عورتیں ہوں تو یہ ان عورتوں کا دل ان کے شوہروں سے بگاڑ کر ہی نکلتے ہیں۔ پھر یہ لوگ ظالموں، فاجروں اور لٹیروں مثلاً نمبر داروں، فوجیوں اور ناجائز ٹیکس لینے والوں سے کھانے اور غلے اور روپئے پیسے قبول کرتے ہیں بے داڑھی مونچھ کے نوخیز لڑکوں کو سماع کی مجلسوں میں اپنے ساتھ لے جاتے ہیں اور شمع کی روشنی میں مجمعوں کے اندر انہیں کھینچتے ہیں۔ اجنبی عورتوں سے ملتے جلتے ہیں۔ اور اس کے لئے یہ دلیل دیتے ہیں کہ انہیں خرقہ پہنانا ہوتا ہے۔ اور حلال بلکہ ضروری سمجھتے ہیں کہ مستی میں جس شخص کے کپڑے گر جائیں اس

کے کپڑوں کو آپس میں بانٹ لیں۔ یہ لوگ اس مستی کو وجد کہتے ہیں، اور دعوت کو وقت کہتے ہیں، اور لوگوں کے کپڑے بانٹنے کو حکم کہتے ہیں۔ اور جس گھر میں ان کی دعوت کی گئی ہو وہاں سے اسی وقت نکلتے ہیں جب کہ ایک دوسری دعوت کو لازم کر لیں۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ دعوت واجب ہو گئی۔ حالاں کہ ان باتوں کا عقیدہ رکھنا کفر، اور انہیں کرنا فسق ہے۔

ان کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ سارنگی بجا کر گانا گانا عبادت ہے۔ ہم نے ان سے سنا ہے کہ حدی خوانی اور محمل کی آمد کے وقت دعا قبول ہوتی ہے۔ کیوں کہ ان کا عقیدہ ہے کہ یہ بھی عبادت ہے۔ حالاں کہ یہ بھی کفر ہے۔ کیوں کہ جو شخص مکروہ اور حرام کام کو عبادت سمجھے وہ اپنے اس عقیدے کی وجہ سے کافر ہو گا گیا۔ جب کہ باقی لوگوں کے لئے وہ کام صرف حرام یا مکروہ ہی رہا۔

اور اہل تصوف اپنے آپ کو اپنے شیخ (پیر) کے حوالہ کرتے ہیں۔ پس اگر ان کے شیخ کے درجہ و مقام کی بات آتی ہے تو کہا جاتا ہے کہ شیخ پر اعتراض نہیں کیا جا سکتا۔ پھر اس شیخ کی رسی کے کھلنے اور شطحیات نامی کفر و ضلالت والے اقوال کے دھاگے میں منسلک ہونے اور فسق و فجور کے معلوم و معروف کاموں میں ملوث ہونے کا حال نہ پوچھو۔ اگر وہ شیخ کسی خوبرو لونڈے کو بوسہ لیتا ہے تو کہا جاتا ہے کہ رحمت ہے۔ اگر کسی اجنبی عورت کے ساتھ تنہائی میں اکٹھا ہوتا ہے تو کہا جاتا ہے کہ وہ اس کی بیٹی ہے، اور اس نے خرقہ پہن رکھا ہے۔ اور اگر وہ کوئی کپڑا اس کے مالک کی رضا مندی کے بغیر دوسروں پر تقسیم کرتا ہے تو کہا جاتا ہے خرقہ کا فیصلہ ہے۔ ابن عقیل کہتے ہیں کہ: حالاں کہ مسلمانوں کا کوئی شیخ ایسا نہیں جس کو اس کے حال پر چھوڑا جا سکے اور اس کے احوال تسلیم کئے جا سکیں۔ کیوں کہ یہاں کوئی شیخ ایسا نہیں جو دائرہ تکلیف میں داخل نہ ہو۔ پھر پاگلوں اور بچوں کے ہاتھ پر مارا جاتا ہے۔

اور یہی سلوک چوپایوں کے ساتھ بھی ہوتا ہے کہ خطاب کے بدلے مار پڑتی ہے۔ (پس صوفیوں کے مشائخ کو ان کے حال پر کیوں کر چھوڑا جا سکتا ہے) ہاں اگر کوئی شیخ ایسا ہوتا جسے اس کے حال پر چھوڑا جا سکتا تو وہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہوتے۔ مگر ان کا بھی ارشاد ہے کہ: ''اگر میں ٹیڑھا ہو جاؤں تو مجھے سیدھا کر دو''۔ یہ نہیں فرمایا کہ مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔ پھر خود رسول اللہ ﷺ کو دیکھو کہ کس طرح آپ پر بھی صحابہ نے اعتراض کیا۔ چنانچہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو دیکھو کہ انہوں نے آپ سے کہا کہ ہم نماز قصر کیوں کریں جب کہ ہم حالت امن میں ہیں۔ اسی طرح ایک دوسرے صحابی نے کہا کہ آپ ہمیں وصال سے (یعنی بغیر افطار پے در پے روزہ رکھنے سے) کیوں منع کرتے ہیں۔ جب کہ آپ خود وصال کرتے ہیں؟ اور ایک اور صحابی نے کہا کہ آپ ہمیں حج کے احرام کو عمرہ میں تبدیل کرنے کا حکم دے رہے ہیں، اور خود ایسا نہیں کر رہے ہیں؟

پھر اور آگے بڑھو۔ دیکھو اللہ تعالیٰ پر اعتراض ہوتا ہے۔ یعنی تخلیق آدم کے موقع پر اس سے فرشتے کہتے ہیں: ''أتجعل فيها'' الخ (اے اللہ کیا زمین میں ایسی مخلوق کو بنائے گا جو فساد مچائے گی۔ الخ) اسی طرح اللہ تعالیٰ سے موسیٰ علیہ السلام نے کہا تھا: ''**أهلكنا بما فعل السفهآء منا**'' (کیا تو ہمارے بیوقوفوں کی کرنی پر ہمیں ہلاک کرے گا۔)

واضح رہے کہ صوفیوں نے یہ بات (کہ شیخ پر اعتراض نہیں کیا جا سکتا) اپنے اگلوں کے دلوں کو خوش کرنے، اور تابعداروں اور مریدوں پر اس کے سلوک کا سکہ بٹھانے کے لیئے ایجاد کی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''فاستخف قومه فأطاعوه'' (فرعون نے اپنی قوم کو حقیر جانا تو انہوں نے اس کی بات مان لی) اور غالباً یہ بات ان ہی لوگوں نے ایجاد کی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ بندہ جب اپنے آپ کو پہچان لے تو جو بھی کرے اسے کوئی ضرر نہیں

---

[1] تلبیس ابلیس ص ۳۴۷، ۳۴۳

پہنچتا۔ حالاں کہ یہ غایت درجہ بددینی اور گمراہی ہے۔ کیوں کہ فقہاء کا اس بات پر اجماع ہے کہ عارف جس حال تک پہنچتا جاتا ہے اس پر تکلیف کا دائرہ اسی قدر تنگ ہوتا جاتا ہے۔ جیسے انبیاء کے حالات ہیں کہ انہیں صغائر کے سلسلہ میں بھی تنگی کے اندر رکھا جاتا ہے۔ پس ان فارغ اور اثبات سے خالی لوگوں کی طرف کان لگانے سے خدا کے لئے بچو، خدا کے لئے بچو، یہ لوگ محض زندیق ہیں جنہوں نے ایک طرف مزدوروں کا لباس یعنی گدڑی اور اون پہن رکھا ہے۔ اور دوسری طرف بے حیا اور بدکردار ملحدوں کا عمل اپنا رکھا ہے۔ یعنی کھاتے پیتے ہیں ناچتے تھرکتے ہیں۔ عورتوں اور رلونڈوں سے گانے سنتے ہیں۔ اور شریعت کے احکام چھوڑتے ہیں۔ زندیقوں نے بھی شریعت کو چھوڑنے کی جرأت نہیں کی تھی۔ یہاں تک کہ اہل تصوف آئے تو بدکاروں کی روش بھی ساتھ لائے''۔

صوفیاء اور گانجے کی حلت

پھر ابن عقیل رحمہ اللہ ان کے زندقہ اور کفر کا حال بیان کرتے ہوئے بتاتے ہیں کہ کس طرح انہوں نے اپنے خیال میں شریعت اور حقیقت کے درمیان تفریق کی۔ اور نشہ آور حشیش (گانجا اور بھنگ وغیرہ) کو حلال ٹھہرایا۔ بلکہ یہی وہ گروہ ہے جس نے پہلے پہل اس (گانجے) کا انکشاف کیا۔ اور مسلمانوں کے درمیان اس کو رواج دیا۔ اسی طرح انہوں نے گانے اور مرد وعورت کے اختلاط کو حلال ٹھہرایا۔ اور یہ کہہ کر کفر وزندقہ کے اظہار کو بھی حلال ٹھہرایا کہ یہ احوال وشطحیات ہیں۔ اور ضروری ہے کہ ان پر نکیر نہ کی جائے۔ کیوں کہ یہ مجذوب لوگ ہیں۔ یا (ان کے خیال میں) بارگاہ پروردگار کے مشاہدہ میں مشغول لوگ ہیں۔

ابن عقیل کہتے ہیں کہ سب سے پہلے تو انہوں نے نام گھڑے۔ اور حقیقت و شریعت کا بکھیڑا کھڑا کیا۔ حالاں کہ یہ بری بات ہے۔ کیوں کہ شریعت کو حق تعالیٰ نے مخلوق

کی ضروریات کے لئے وضع کیا ہے تو اب اس کے بعد حقیقت نفس کے اندر شیطان کے القاء کیے ہوئے وسوسوں کے سوااور کیا چیز ہو سکتی ہے۔ جو شخص بھی شریعت سے الگ ہو کر کسی حقیقت کا متلاشی ہو وہ بیوقوف اور فریب خوردہ ہے۔

پھر ان صوفیاء کے سامنے کوئی شخص حدیث روایت کرتا ہے تو کہتے ہیں کہ یہ مسکین لوگ ہیں۔ اپنی حدیث مردے سے روایت کرتے ہیں، جو کسی اور مردے سے روایت کرتا ہے۔ جب کہ ہم نے اپنا علم اس زندہ و پائندہ ہستی سے لیا ہے جسے کبھی موت نہیں آئے گی۔ لہذا اگر کوئی شخص حدثنی أبی عن جدی کہتا ہے (یعنی میرے باپ نے میرے دادا سے حدیث روایت کی) تو میں حدثنی قلبی عن ربی کہتا ہوں۔ (یعنی میرے دل نے میرے پروردگار سے روایت کیا) غرض ان خرافات کے ذریعہ یہ خود بھی برباد ہوئے اور کم عقلوں کے دلوں کو بھی برباد کیا۔ اور عبرت کی بات یہ ہے کہ اسی کے لئے ان پر مال خرچ کیا جاتا ہے۔ کیوں کہ فقہاء تو مثل اطباء کے ہیں۔ اور دواء کی قیمت پر خرچ کرنا مشکل ہوتا ہے۔ مگر ان لوگوں پر خرچ کرنا ایسا ہی سہل ہے جیسا ناچنے اور گانے والیوں پر خرچ کرنا۔

اور فقہاء سے ان کا بغض ایک بڑا زندقہ (بد دینی) ہے۔ کیوں کہ فقہاء اپنے فتاوٰی کے ذریعہ ان کی گمراہی اور فسق سے روکتے ہیں۔ اور حق گراں گزرتا ہے جیسے زکاۃ گراں گزرتی ہے۔ لیکن گانے والی عورتوں پر مال نچھاور کرنا اور شعراء کو ان کے مدحیہ قصیدوں پر عطیہ دینا کس قدر آسان معلوم ہوتا ہے۔ یہی حال اہل الحدیث سے ان کے بغض کا ہے۔

پھر انہوں نے عقل کو زائل کرنے کے لئے شراب کے بدلے ایک دوسری چیز اختیار کی ہے جس کا نام حشیش اور معجون رکھا ہے۔ یعنی گانجا، افیون اور

بھنگ، اور حرام گانے بجانے کا نام سماع اور وجد رکھا ہے۔ حالاں کہ جو وجد عقل کو زائل کردے اس سے تعرض حرام ہے۔

اللہ شریعت کو اس طائفہ کے شر سے محفوظ رکھے جو لباس کی نفاست، زندگی کی بہار اور شیریں الفاظ کی فریب کاری کا جامع ہے۔ اور جس کے پیچھے احکام الٰہی کو ختم کرنے اور شریعت کو چھوڑنے کے سوا کچھ نہیں۔ اسی لئے یہ دلوں پر ہلکے ہو گئے ہیں اور ان کے باطل پر ہونے کی اس سے زیادہ واضح دلیل اور کیا ہو سکتی ہے کہ دنیا پرست ان سے ایسی ہی محبت کرتے ہیں۔ جیسی محبت کھیل کودوالوں سے اور ناچنے گانے والیوں سے کرتے ہیں۔

اس کے بعد ابن عقیل کہتے ہیں:

اگر کوئی کہنے والا یہ کہے کہ یہ لوگ تو صاف ستھرے، اچھے طور طریقے والے اور با اخلاق لوگ ہیں، تو میں ان سے کہوں گا کہ اگر یہ لوگ کوئی ایسا طریقہ نہ اپنائیں جس سے اپنے جیسے لوگوں کا دل کھینچ سکیں تو ان کی عیش و عشرت ہمیشہ رہ ہی نہ سکے گی۔ اور ان کا جو حال تم ذکر کر رہے ہو وہ تو عیسائیوں کی رہبانیت ہے۔ اور اگر تم دعوتوں کے اندر طیفلی بننے والوں اور بغداد کے زنخوں کی صفائی ستھرائی دیکھو، اور ناچنے گانے والیوں کی نرم اخلاقی کا مشاہدہ کرو تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ ان کا طریقہ ظرافت اور فریب کاری کا طریقہ ہے۔ آخر لوگوں کو طور طریقے یا زبان ہی سے تو دھوکہ دیا جا سکتا ہے۔ اگر ان لوگوں کے پاس علم کی گہرائی بھی نہ ہو اور کوئی طور طریقہ بھی نہ ہو تو آخر یہ کس طرح مالداروں کا دل کھینچیں گے۔ تمہیں یہ معلوم ہونا چاہیے کہ احکام الٰہی کی تعمیل مشکل کام ہے۔ اور بدکاروں کے لئے اس سے زیادہ کوئی بات آسان نہیں کہ معاشرے سے الگ تھلگ رہیں۔ اور اس سے زیادہ کوئی مشکل بات نہیں کہ شریعت کے اوامر و نواہی کی روشنی میں صادر ہونے والی رکاوٹ کی پابندی کریں۔ درحقیقت شریعت کے لئے متکلمین اور اہل تصوف سے بڑھ کر کوئی قوم

نقصان وہ نہیں۔ کیوں کہ یہ لوگ (متکلمین) لوگوں کے عقائد کو عقلی شبہات کا وہم دلا کر فاسد کرتے ہیں۔ اور وہ لوگ (اہل تصوف) لوگوں کے اعمال کو خراب کرتے، دین کے قوانین کو ڈھاتے، بیکاری کو پسند کرتے اور گانے وغیرہ سننے سے دلچسپی رکھتے ہیں۔ حالانکہ سلف ایسے نہیں تھے۔ بلکہ عقائد کے باب میں بندہ تسلیم ورضا تھے۔ اور دوسرے ابواب میں حقیقت پسند وجفاکش۔

> وہ کہتے ہیں: اپنے بھائیوں کو میری نصیحت یہ ہے کہ ان کے دلوں کے افکار میں متکلمین کی بات نہیں پڑنی چاہیئے، اور ان کا کان صوفیوں کی خرافات کی طرف نہیں لگنا چاہیے۔ بلکہ معاش کے کام میں مشغول ہونا صوفیوں کی بیکاری سے بہتر ہے۔ اور ظواہر پر ٹھہرے رہنا نام نہاد دین پسندوں کی دقت پسندی سے افضل ہے میں نے دونوں گروہوں کے طریقے آزمالئے ہیں، ان لوگوں کا منتہاء کمال شک ہے، اور ان لوگوں کا منتہاء کمال شطح ہے۔[1]

پھر یہ برا اور رسوا کن حال جس کو ابن عقیل نے بیان کیا ہے اور ابن جوزی نے نقل کیا ہے یہ برابر قائم رہا۔ بلکہ اس کے بعد جو صدیاں آئیں وہ مزید جہل وتاریکی کی صدیاں تھیں۔ کیوں کہ ان صدیوں میں اہل تصوف نے اسلامی سرزمین میں خوب خوب بگاڑ اور خرابی مچائی، اور اسے دین اور اسلام کے نام پر فسق وفجور سے بھر دیا۔ اور صرف عقل اور عیقدے ہی کو بگاڑنے پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ اخلاق وآداب کو بھی تباہ وبرباد کیا۔

چنانچہ یہ عبدالوھاب شعرانی ہے جس نے اپنی کتاب "الطبقات الکبریٰ" میں صوفیوں کی ساری بدکاریوں، خرافات اور دہریت کو جمع کیا ہے۔ اور سارے پاگلوں، مجذوبوں، لونڈے بازوں اور ہم جنسی کے خوگروں، بلکہ سر

---

[1] تلبیس ابلیس ص ۲۷۵٬۲۷۴

راہ کھلم کھلا جانوروں کے ساتھ بدفعلی کرنے والوں کو اولیاء اللہ قرار دیا ہے۔ اور انہیں عارفین اور اہل کرامت کی لڑی میں پرو دیا ہے۔ اور ان کی طرف فضائل اور مقامات سلوک کی نسبت کی ہے۔ اور اسے ذرا شرم نہ آئی کہ وہ ان کی ابتداء ابوبکر صدیق پھر خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم اجمعین سے کرتا ہے۔ پھر اسی لڑی میں ایسے شخص کو بھی پروتا ہے جو دن دھاڑے کھلم کھلا لوگوں کے روبرو گدھی کے ساتھ بدفعلی کرتا تھا۔ اور ایسے شخص کو بھی پروتا ہے جو زندگی بھر غسل نہیں کرتا تھا، یا زندگی بھر کپڑے سے ننگا رہتا تھا۔ اور ننگا ہی رہتے ہوئے جمعہ کا خطبہ دیتا تھا۔ اور۔۔۔ اور۔۔۔ ہر ایسا پاگل، جھوٹا، کذاب جس سے زیادہ خسیس طبیعت ٹیڑھے مسلک، برے اخلاق اور گندے عمل کا آدمی انسانیت نے کبھی نہ دیکھا ہوگا، ان سب کو یہ شخص خلفاء راشدین، صحابہ کرام اور اہل بیت نبوی اطہار جیسے اشرف و اکرم انسانوں کے ساتھ ایک ہی دھاگے میں پروتا ہے۔

اور اس طرح یہ شخص طہارت کو نجاست کے ساتھ، شرک کو توحید کے ساتھ، ہدایت کو گمراہی کے ساتھ اور ایمان کو زندقہ کے ساتھ مخلوط کرتا ہے۔ لوگوں پر ان کا دین ملتبس کرتا ہے۔ اور ان کے عقیدے کی شکل و صورت مسخ کرتا ہے۔

آؤ! اور اس گنہگار شخص نے اپنے نامزد کیے ہوئے اولیاء عارفین کے جو حالات لکھے ہیں اس میں سے تھوڑا سا پڑھ لو۔ یہ شخص اپنے سید علی وحیش نامی ایک شخص کے حالات میں لکھتا ہے کہ:

"وہ (علی وحیش) جب کسی شہر کی شیخ وغیرہ کو دیکھتا تو ان کو ان کی گدھی سے اتار دیتا۔ اور کہتا کہ اس کا سر پکڑے رہو، تاکہ میں اس کے ساتھ بدفعلی کروں۔ اب اگر وہ شیخ

---

[1] الطبقات الکبری ج ۲ ص ۱۳۵

انکار کر دیتے تو زمین میں کیل کی طرح گڑ جاتے۔ اور ایک قدم بھی نہ چل سکتے۔ اور اگر بات مان لیتے تو بڑی شرمندگی اٹھانی پڑتی (کہ وہ سر عام بد فعلی کرتا، اور یہ سر پکڑے رہتے) اور لوگ یہ سارا منظر دیکھتے ہوئے) وہاں سے گزرتے رہتے۔"[1]

دیکھو کہ کس طرح اس کا سید علی وحیش لوگوں کے روبرو ایسی حرکت کرتا تھا کیا اس کے بعد بھی کوئی سوجھ بوجھ رکھنے والا آدمی یہ سوچ سکتا ہے کہ یہ ناپاک تصوف مسلمانوں کے دین کا حصہ ہے۔ اور یہ بھی وہی چیز ہے کہ جس کے ساتھ پروردگار عالم کے پیغمبر ہادی وامین محمد ﷺ مبعوث فرمائے گئے تھے۔ اور کیا علی وحیش اور اس قماش کے لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام کی لائن میں رکھنے والا، اور ان سب کو ایک ہی راستے کا راہرو قرار دینے والا زندیق وافاک کے سوا کچھ اور ہو سکتا ہے جس نے دین اسلام کو ڈھانے اور مسلمانوں کے عقائد کو برباد کرنے کا بیڑہ اٹھا رکھا ہو۔

اور شعرانی نے اس مقصد کے لئے کہ عقلیں اپنی نیند سے بیدار نہ ہوں لوگوں کو یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ اولیاء اللہ کے لئے ان کی خاص شریعت ہوتی ہے جس کے مطابق وہ اللہ کی عبادت کرتے اور اس کا قرب حاصل کرتے ہیں۔ چاہے اس کا ایک حصہ گدھیوں کے ساتھ بد فعلی ہی کیوں نہ ہو۔ اسی لیے جب بھی کوئی شخص کوشش کرتا ہے کہ جاگے اور غور کر کے ہدایت وگمراہی اور پاکی وناپاکی کے فرق کو سمجھے تو یہ لوگ اس پر تلبیس وتزویر کا پھندہ ڈال دیتے ہیں۔ چنانچہ اسی شعرانی کو لے لیجئے۔ اس نے ایک ایسے آدمی کا ذکر کیا ہے جس نے سید بدوی کے عرس میں ہونے والے فسق و فجور پر نکیر کی تھی۔ جہاں آج بھی شہر طنطا (مصر) کے اندر لاکھوں انسان جمع ہوتے ہیں۔ اور مردوں اور عورتوں کے درمیان بہت ہی برا اختلاط ہوتا ہے۔ بلکہ مسجدوں اور راستوں میں حرام کاریاں ہوتی ہیں۔ رنڈی خانے کھولے جاتے ہیں اور صوفی مرد اور صوفی عورتیں بیچ مسجد میں ایک ساتھ مل کر ناچتے ہیں۔

اور ہر حرام کو حلال کیا جاتا ہے۔ اسی کے متعلق شعرانی نے اپنی کتاب "الطبقات الکبریٰ" میں یہ بیان کیا ہے کہ ایک آدمی نے اس فسق و فجور پر نکیر کی تو اللہ تعالیٰ نے اس کا ایمان چھین لیا۔ اور کس طرح چھین لیا۔ شعرانی لکھتا ہے کہ: "پھر اس شخص کا ایک بال بھی ایسا باقی نہ بچا جس میں دین اسلام کی طرف جھکاؤ ہو۔ آخر اس نے سیدی احمد رضی اللہ عنہ سے فریاد کی۔ انہوں نے فرمایا شرط یہ ہے کہ تم دوبارہ ایسی بات نہ کہنا۔ اس نے کہا جی ہاں۔ تب انہوں نے اس کے ایمان کا لباس اسے واپس کیا۔ پھر اس سے پوچھا تم کو ہماری کیا چیز بری معلوم ہوتی ہے؟ اس نے کہا مردوں اور عورتوں کا میل جول۔ جواب میں سیدی احمد رضی اللہ عنہ نے کہا یہ بات تو طواف میں بھی ہوتی ہے۔ لیکن یہ اس کی حرمت (احترام) کے خلاف نہیں۔ پھر فرمایا میرے رب کی عزت کی قسم! میرے عرس میں جو کوئی بھی گناہ کرتا ہے وہ ضرور توبہ کرتا ہے اور اچھی توبہ کرتا ہے۔ اور جب میں جنگل کے جانوروں اور سمندر کی مچھلیوں کی دیکھ بھال کرتا ہوں، اور ان میں سے بعض کو بعض سے محفوظ رکھتا ہوں تو کیا اللہ تعالیٰ میرے عرس میں آنے والے کی حفاظت سے مجھے عاجز اور بے بس رکھے گا"۔ [1]

اور شعرانی نے اپنی کتاب میں ان سب زندقے اور کفر اور جہالت اور گمراہی کو جو روایت کر رکھا ہے تو یہ کچھ تعجب کی بات نہیں۔ کیوں کہ اس شخص نے خود اپنے متعلق یہ جھوٹ اڑایا ہے کہ سید بدوی جو اس سے کوئی چار سو برس پہلے انتقال کر چکا ہے اس سے سلام کرنے کے لیئے قبر سے اپنا ہاتھ نکالتا تھا۔ اور یہ کہ اس مرے ہوئے سید بدوی نے اپنی مسجد کے زاویوں میں سے ایک زاویے کو شعرانی کے لئے شب عروسی کے کمرے کے طور پر تیار کیا تا کہ شعرانی اس کمرے میں اپنی بیوی کے ساتھ یکجا ہو۔ اور جب شعرانی سید بدوی کے عرس میں پہنچنے میں دیر کرتا تو سید بدوی اپنی قبر سے نکل کر قبر کے اوپر رکھا ہوا پردہ ہٹاتا تھا اور کہتا تھا

---

[1] طبقات الکبریٰ ج ۱ ص ۱۶۲

کہ عبدالوہاب نے دیر کردی۔ آیا نہیں۔ آیئے خود شعرانی کی عبارت پڑھیے۔ وہ لکھتا ہے:

"احمد بدوی کے عرس میں ہر سال میرے حاضر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ میرے شیخ عارف باللہ محمد شناوی رضی اللہ عنہ جوان کے گھر کے اعیان میں سے ایک ہیں انہوں نے قبر کے اندر سیدی احمد رضی اللہ عنہ کی طرف رخ کر کے مجھ سے عہد لیا۔ اور اپنے ہاتھ سے مجھے ان کے حوالے کیا۔ چنانچہ ان کا ہاتھ شریف قبر سے نکلا۔ اور میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ اور شناوی نے کہا کہ حضور! آپ کی توجہ ان پر ہونی چاہیے۔ اور آپ انہیں اپنے زیر نظر رکھیں۔

اور اس کے ساتھ ہی میں نے قبر سے سیدی احمد کا یہ فرمان سُنا کہ ہاں!"

پھر شعرانی مزید آگے بڑھتا ہے اور کہتا ہے کہ:

"جب میں نے اپنی بیوی فاطمہ ام عبدالرحمٰن کو جو کنواری تھی رخصت کرایا تو پانچ مہینے تک رکا رہا اور اس کے قریب نہیں گیا۔ اس کے بعد سیدی احمد تشریف لائے، اور مجھے ساتھ لیا۔ اور بیوی ساتھ میں تھی۔ اور قبر کا جو گوشہ داخل ہونے والے کے بائیں واقع ہے اس کے اوپر بستر بچھایا۔ اور میرے لئے حلوہ پکایا۔ اور زندوں اور مردوں کو اس کی دعوت دی اور فرمایا کہ یہاں اس کی بکارت زائل کرو۔ چنانچہ اس رات وہ کام ہوا۔"

پھر لکھا ہے کہ: "میں ۹۴۸ھ میں عرس کے اندر اپنے وقت مقررہ پر حاضر نہ ہو سکا۔ اور وہاں بعض اولیاء موجود تھے تو انہوں نے مجھے بتایا کہ سیدی احمد رضی اللہ عنہ اس روز قبر کا پردہ ہٹاتے تھے اور کہتے تھے کہ عبدالوہاب نے دیر کردی۔ آیا نہیں"۔ [1]

غرض یہ ہیں وہ برے نمونے جن کے متعلق چاہا جاتا ہے کہ مسلمانوں کے

---

[1] تلبیس ابلیس ج ۱ص ۱۶۱و۱۶۲

بچے انہیں کے نقش قدم پر چلیں۔اور یہ ہے تصوف کا حقیقی چہرہ۔اور یہ ہیں اس
ے رموز اور ر ب ں کی صورتیں۔اور اگر ہم ان صورتوں کو گننا شروع کر دیں تو
ں مختصر رسالہ میں میانہ روی سے باہر نکل جائیں گے۔البتہ ہم نے بحمد اللہ،
ں توفیق سے اس کو اپنی کتاب ''الفکر الصوفی فی ضو الکتاب والسنۃ'' میں
پورے بسط سے لکھ دیا ہے۔لہذا اس کے لئے اسی کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

اور توفیق اللہ ہی کی طرف سے ہے۔اور اسی پر بھروسہ ہے۔اور اسی سے یہ بات مطلوب ہے کہ وہ اسلامی معاشرہ کو اس خبیث سرطان سے پاک کردے جس نے مسلمانوں کے عقیدے، عمل اور سماج کو فاسد کر رکھا ہے۔

اور اخیر میں اللہ عزیز وحمید کے راستے کے داعی نبی کامل وطاہر پر درود وسلام ہو۔

دوسرا باب

اہل تصوف سے کس طرح بحث کی جائے؟

پچھلے باب میں ہم صوفیانہ افکار کی خطرناکیوں کا ذکر کر چکے ہیں۔اب جو شخص بھی ان باتوں سے واقف ہو جائے اس پر ضروری ہے کہ اسلامی سماج سے اس خبیث درخت کی جڑ اکھاڑنے کی کوشش کرے۔لیکن یہ کام ہو نہیں سکتا جب تک کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف دعوتِ برحق نہ دی جائے۔اور ہدایت و پاکیزگی کے پردے میں ہر قسم کے کفر و زندقہ کو چھپانے والے اس قابل نفرت تصوف کو سرعام رسوا نہ کیا جائے۔اس لئے ضروری ہے کہ جس شخص کو حق معلوم ہو جائے وہ اسے پھیلانے اور عام کرنے کی کوشش کرے۔اور اسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ جس شخص کو اس شر کا علم ہو جائے وہ اس کے درخت کو جڑ سے اکھاڑنے کی کوشش کرے۔

☆ اور چونکہ بیشتر طالب علم تصوف کی حقیقت نہیں جانتے، اور اس کی کفریات، اکاذیب، اباطیل اور لاف وگزاف سے واقفیت نہیں رکھتے اس لئے صوفیوں سے بحث کرتے ہوئے بہترین جواب نہیں دے پاتے۔اور نہ انہیں حق پر قانع کر پاتے ہیں۔کیوں کہ صوفی جب ایسے آدمی کو دیکھتا ہے جو کتاب وسنت اور دلیل کی عظمت کا قائل ہو تو جھٹ کہتا ہے کہ جنید نے جو کہ شیخ الطائفہ تھے فرمایا ہے کہ ہمارا طریقہ کتاب وسنت کا پابند ہے۔ اور جو کتاب وسنت کو نہ سمجھے وہ اس گروہ کے طریقے کو بھی نہیں سمجھ سکتا۔اور فلاں نے یہ کہا ہے۔اور فلاں نے وہ کہا ہے۔اور یہ بھی فرمایا ہے کہ میرے دل میں اس گروہ کا کوئی نکتہ جاگزیں ہوتا ہے تو میں اسے اس وقت تک بیان نہیں کرتا جب تک کہ میں اس کے لئے کتاب وسنت سے دو شاہد نہ پا جاؤں۔

☆ اور یہ باتیں سن کر صوفیوں کی راہیں نہ جاننے والا طالب علم سمجھتا ہے کہ یہ لوگ دین کے ماہر ہیں۔ اور ورع واخلاص کے ایسے مقام پر فائز ہیں کہ کوئی بات اس وقت تک نہیں بولتے جب تک کہ وہ کتاب وسنت کے موافق نہ ہو۔ وہ سمجھتا ہے کہ یہ لوگ اپنے اقوال وافعال میں کتاب وسنت کے پیروکار ہیں۔ اس لئے بیچارہ نادم اور عموماً لاجواب ہو جاتا ہے۔ البتہ کبھی کبھی یہ پوچھ بیٹھتا ہے کہ پھر یہ لوگ اپنے عرسوں اور اپنی محفلوں میں ناچتے کیوں ہیں؟ اور یہ مجذوب کیا ہیں جو اوٹ پٹانگ حرکتیں کرتے ہیں، اور چیختے چلاتے ہیں۔ مگر اس کے جواب میں وہ کٹھ حجت صوفی کہتا ہے کہ۔۔۔۔نہیں۔۔۔۔ یہ تو غفلت کے مارے ہوئے عوام ہیں۔ حقیقی صوفی نہیں ہیں۔ صوفیت تو کچھ اور ہی ہے۔ حالاں کہ یہ بات فطری طور پر جھوٹ ہوتی ہے۔ لیکن اس قسم کا جواب طالب علم پر چل جاتا ہے، اور وہ چپ ہو رہتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ تصوف اس امت کے جسم میں اپنا کام کرتا رہتا ہے، اور پتہ بھی نہیں چلتا۔

☆ اور چونکہ بہت سے طالب علموں کو اتنا وقت نہیں ملتا کہ تصوف کی کتابیں دیکھ سکیں۔ اور ان میں جو کچھ ہے اس کی حقیقت معلوم کرسکیں۔ اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ جب بعض کتابیں دیکھتے ہیں تو حق پوشیدہ رہ جاتا ہے اور باطل سے ممیز نہیں ہو پاتا۔ کیوں کہ اس میں ایسی تلبیس اور ملاوٹ ہوتی ہے کہ پڑھنے والا ایک مریض قول کے پہلو بہ پہلو ایک صحیح قول دیکھتا ہے۔ اور چھپے ہوئے لفظوں میں کفر والے ایک قول سے گزرتا ہے تو ایک چوتھا قول ایسا دیکھتا ہے جس سے حکمت پھوٹتی محسوس ہوتی ہے اس لئے وہ گڑبڑا جاتا ہے، اور حقیقت نہیں دیکھ پاتا۔ اور یہ نہیں سمجھ پاتا کہ وہ کون سے راستے سے گزر رہا ہے۔

☆ اس لئے ہم تصوف کے بنیادی اور کلی قضیوں کو بتلانے اور اساطین تصوف کے ساتھ مباحثہ کا ڈھنگ سکھانے کے لیئے یہ مختصر سا خلاصہ لکھے دے رہے ہیں۔ اس کی روشنی

میں بحث کرنے والا اگر ایک مبتدی طالب علم بھی ہوا تو وہ بھی ان کو مغلوب اور خاموش کر لے گا۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ انہیں صراط مستقیم کی ہدایت بھی دے دے۔

قواعد یہ ہیں:

تصوف گندگیوں کا سمندر ہے

سب سے پہلے یہ جاننا چاہیے کہ تصوف گندگیوں کا ایک سمندر ہے۔ کیوں کہ اہل تصوف نے ہندوستان، ایران اور یونان کے فلسفوں میں پائے جانے والے ہر طرح کے کفر وزندقہ کو، اور قرامطہ اور باطنی فرقوں کے تمام مکر وفن کو، خرافیوں کی ساری خرافات کو، دجالوں کے سارے دجل کو اور شیطانوں کی ساری "وحی" کو اکٹھا کر لیا ہے۔ اور ان سب کو تصوف کے دائرے، اور اس کے علوم و اصول اور کشف کے سانچے میں ڈھال لیا ہے۔ مخلوق کی طرف خدائی کی نسبت سے لے کر ہر موجود کو عین خدا قرار دینے تک تمہاری عقل روئے زمین پر جس جس کفریہ عقیدہ کا تصور کر سکتی ہے وہ تمہیں تصوف میں ضرور مل جائے گا۔ (تعالی اللہ عن ذلک علوا کبیرا)

اسلامی بھائیو! اس مقصد کے لیئے کہ آپ کے ذہن میں تصوف کا واضح نقشہ آ جائے، ہم آپ کے سامنے صوفیوں کے عقائد کا، اور دین تصوف اور دین اسلام کے بنیادی فرق کا ایک بہت ہی مختصر سا خلاصہ پیش کرتے ہیں۔

اول: اسلام اور تصوف کے درمیان بنیادی فرق:

اسلام کا منہج اور راستہ تصوف کے راستے اور منہج سے ایک انتہائی بنیادی چیز میں علیحدہ ہے۔ اور وہ ہے "تلقی"۔ یعنی عقائد اور احکام کے سلسلے میں دینی معرفت کے ماخذ۔

اسلام عقائد کے ماخذ کو صرف نبیوں اور پیغمبروں کی وحی میں محصور قرار دیتا ہے۔ اور اس مقصد کے لیئے ہمارے پاس صرف کتاب وسنت ہے۔

اس کے برخلاف دین تصوف میں عقائد کا ماخذ وہ خیالی وحی ہے جو اولیاء کے پاس آتی ہے۔ یا وہ مزعومہ کشف ہے جو انہیں حاصل ہوتا ہے۔ یا خواب ہیں یا پچھلے وقتوں کے مرے ہوئے لوگوں اور خضر علیہ السلام سے ملاقات وغیرہ ہے۔ بلکہ لوح محفوظ میں دیکھنا اور جنوں سے جنہیں یہ لوگ روحانی کہتے ہیں کچھ حاصل کرنا بھی اس فہرست میں شامل ہے۔

اسی طرح اہل اسلام کے نزدیک شرعی احکام کا ماخذ کتاب وسنت اور اجماع وقیاس ہے، لیکن صوفیوں کی شریعت خوابوں، خضر اور جنوں اور مردوں اور پیروں وغیرہ پر قائم ہے۔ یہ سارے ہی لوگ شارع ہیں۔ اسی لیئے تصوف کے طریقے اور شریعتیں مختلف اور متعدد ہیں۔ بلکہ وہ کہتے ہیں کہ مخلوق کی سانس کی تعداد کے مطابق راستے ہیں اور سب کے سب اللہ کی طرف لے جاتے ہیں۔ اس لیئے ہر شیخ کا اپنا ایک طریقہ اور تربیت کا اپنا ایک اصول ہے۔ اس کا اپنا مخصوص ذکر واذکار ہے، مخصوص شعائر ہیں اور مخصوص عبادتیں ہیں۔ اسی لئے تصوف کے ہزاروں بلکہ لاکھوں، بلکہ بے شمار دین اور عقیدے اور شریعتیں ہیں۔ اور سب کو تصوف کا نام شامل ہے۔

یہ ہے اسلام اور تصوف کا بنیادی فرق۔ اسلام ایک ایسا دین ہے جس کے عقائد متعین ہیں۔ عبادات متعین ہیں۔ اور احکام متعین ہیں۔ اس کے برخلاف تصوف ایک ایسا دین ہے جس میں نہ عقائد کی تعیین ہے نہ شرائع اور احکام کی۔ یہ اسلام اور تصوف کے درمیان عظیم ترین فرق ہے۔

دوم: صوفی عقیدے کے تفصیلی خطوط

ا۔ اللہ کے بارے میں

اللہ کے بارے میں اہل تصوف کے مختلف عقیدے ہیں۔ ایک عقیدہ حلول کا ہے۔ یعنی اللہ اپنی کسی مخلوق میں اتر آتا ہے۔ یہ حلاج کا عقیدہ تھا۔ ایک عقیدہ وحدۃ الوجود کا ہے۔ یعنی خالق مخلوق سے جدا نہیں۔ یہ عقیدہ تیسری صدی سے لے کر موجودہ زمانہ تک رائج رہا ہے۔ اور اخیر میں اسی پر تمام اہل تصوف کا اتفاق وہ گیا ہے۔ اس عقیدے کے چوٹی کے حضرات میں ابن عربی، ابن سبعین، تلمسانی، عبدالکریم جیلی، عبدالغنی نابلسی ہیں۔ اور جدید طرق تصوف کے عام افراد بھی اسی پر کاربند ہیں۔

۲۔ رسول اللہ ﷺ کے بارے میں

رسول اللہ ﷺ کے بارے میں بھی صوفیوں کے مختلف عقیدے ہیں۔ بعض کا خیال ہے کہ رسول اللہ ﷺ ان کے مرتبہ و مقام کو نہیں پہنچ سکے تھے۔ اور آپ اہل تصوف کے علوم سے ناواقف تھے۔ جیسا کہ بسطامی نے کہا ہے کہ: ''خضنا بحرا وقف الانبیاء بساحلہ'' (ہم ایک ایسے سمندر کی تہ میں پہنچ گئے جس کے ساحل پر انبیاء کھڑے ہیں۔) اس کے برخلاف بعض دوسرے صوفیوں کا عقیدہ ہے کہ محمد ﷺ اس کائنات کا قبہ ہیں، اور آپ ہی وہ اللہ ہیں جو عرش پر مستوی ہے۔ اور آسمان و زمین اور عرش و کرسی اور ساری کائنات آپ کے نور سے پیدا کی گئی ہے۔ آپ پہلا موجود ہیں۔ اور آپ ہی اللہ کے عرش پر مستوی ہیں۔ یہ ابن عربی اور اس کے بعد آنے والے صوفیوں کا عقیدہ ہے۔

۳۔ اولیاء کے بارے میں

اولیاء کے بارے میں بھی صوفیوں کے مختلف عقیدے ہیں۔ بعض صوفیاء ولی کو

بیا سے افضل کہتے ہیں۔ اور عام صوفیاء ولی کو تمام صفات میں اللہ کے برابر مانتے ہیں۔
چنانچہ ان کے خیال میں ولی ہی پیدا کرتا ہے، روزی دیتا ہے، زندہ کرتا، اور مارتا ہے۔ اور
کائنات میں تصرف کرتا ہے۔ صوفیاء کے نزدیک ولایت کے بٹوارے بھی ہیں چنانچہ ایک
غوث ہوتا ہے جو کائنات کی ہر چیز پر حکم چلاتا ہے۔ چار قطب ہوتے ہیں جو غوث کے حکم
کے مطابق کائنات کا چاروں کونا تھامے ہوئے ہیں۔ سات ابدال ہوتے ہیں جن میں سے
ہر ایک غوث کے حسب الحکم سات براعظموں میں سے کسی ایک براعظم پر حکومت کرتا ہے۔
کچھ نجباء ہوتے ہیں جو صرف شہر پر حکومت کرتے ہیں۔ ہر نجیب ایک شہر کا حاکم ہوتا ہے۔
اس طرح اولیاء کا یہ بین الاقوامی نظام مخلوق پر حکومت کرتا ہے۔ پھر ان کا ایک ایوان ہے
جس میں وہ ہر رات غار حراء کے اندر جمع ہوتے ہیں۔ اور تقدیر پر نظر ڈالتے ہیں...... مختصر یہ
کہ اولیاء کی دنیا مکمل خرافات کی دنیا ہے۔

اور یہ طبعی طور پر اسلامی ولایت کے خلاف ہے جس کی بنیاد دنیداری، تقوی، عمل
صالح، اللہ کی پوری پوری بندگی اور اسی کا فقیر و محتاج بننے پر ہے۔ یہاں ولی خود اپنے کسی
معاملے کا مالک نہیں ہوتا، چہ جائیکہ وہ دوسروں کے معاملات کا مالک ہو۔ چنانچہ اللہ تعالی
اپنے رسول ﷺ سے فرماتا ہے: "قل إنی لا أملک لکم ضرا ولا رشدا" (تم کہدو کہ میں نہ
تمہارے کسی نقصان کا مالک ہوں، نہ ہدایت کا)

۴۔ جنت اور جھنم کے بارے میں

جہاں تک جنت کا تعلق ہے تو تمام صوفیاء کا عقیدہ ہے کہ جنت کو طلب کرنا بہت
بڑا نقص اور عیب ہے۔ ولی کے لیئے جائز نہیں کہ وہ جنت کے لیئے کوشاں ہو، اور اسے طلب
کرے۔ جو جنت کو طلب کرتا ہے وہ ناقص ہے۔ ان کے یہاں طلب اور رغبت صرف اس
کی ہے کہ وہ اللہ میں فنا ہو جائیں، غیب سے واقف ہو جائیں اور کائنات میں تصرف

کریں۔۔یہی صوفیوں کی خیالی جنت ہے۔

اور جہاں تک جہنم کا تعلق ہے تو صوفیوں کا عقیدہ ہے کہ اس سے بھاگنا صوفی کامل کے شایان شان نہیں۔ کیوں کہ اس سے ڈرنا آزادوں کی نہیں غلاموں کی طبیعت ہے۔اور بعض صوفیوں نے تو فخر وغرور میں آکر یہاں تک کہہ ڈالا کہ اگر وہ جہنم پر تھوک دے تو جہنم بجھ جائے گی۔جیسا کہ ابو یزید بسطامی نے کہا ہے۔پھر جو صوفیاء وحدۃ الوجود کا عقیدہ رکھتے ہیں ان کا عقیدہ ہے کہ جو لوگ جہنم میں داخل ہوں گے ان کے لیئے جہنم ایسی شیریں اور ایسی نعمت بھری ہوگی کہ جنت کی نعمت سے کسی طرح کم نہ ہوگی، بلکہ کچھ زیادہ ہی ہوگی۔۔یہی ابن عربی کا مذہب اور عقیدہ ہے۔

۵۔ ابلیس اور فرعون

جہاں تک ابلیس کا معاملہ ہے تو عام صوفیوں کا عقیدہ ہے کہ وہ کامل ترین بندہ تھا۔اور توحید میں ساری مخلوق سے افضل تھا۔کیوں کہ اس نے۔ان کے بقول۔اللہ کے سوا کسی اور کو سجدہ نہیں کیا۔اس لیئے اللہ نے اس کے سارے گناہ بخش دیئے۔اور اسے جنت میں داخل کر دیا۔اسی طرح فرعون بھی ان کے نزدیک افضل ترین موحد تھا۔کیوں کہ: ''أنا ربکم الاعلیٰ'' (میں تمہارا سب سے اعلیٰ پروردگار ہوں۔)اس نے حقیقت پہچان لی تھی۔کیوں کہ جو کچھ موجود ہے وہ اللہ ہی ہے پھر وہ ان کے خیال میں ایمان لے آیا۔اور جنت میں داخل ہوا۔

صوفی شریعت

۶۔ عبادات

صوفیوں کا عقیدہ ہے کہ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ یہ سب عوام کی عبادتیں ہیں۔ صوفی حضرات اپنے آپ کو خواص یا خاص الخاص کہتے ہیں۔ اسی لیئے ان کی عبادتیں بھی خاص قسم کی ہیں۔

پھر ان کے ہر گروہ نے اپنی ایک مخصوص شریعت بنائی ہے۔ مثلاً مخصوص ہیئت کے ساتھ مخصوص ذکر، خلوت، مخصوص کھانے اور مخصوص لباس اور محفلیں۔

پھر اسلامی عبادات کا مقصد نفس کا تزکیہ اور معاشرے کی پاکیزگی ہے۔ مگر تصوف میں عبادات کا مقصد یہ ہے کہ دل کو اللہ کے ساتھ باندھ دیا جائے تاکہ اللہ سے براہ راست فیض حاصل ہو۔ اور اس میں فنا ہو جائیں۔ اور رسول سے غیب کے راستے مدد حاصل ہو۔ اور اللہ کے اخلاق کے ساتھ متصف ہو جائیں۔ یہاں تک کہ صوفی کسی چیز کو کہے کُن (ہو جا) تو وہ ہو جائے۔ نیز وہ مخلوق کے اسرار پر مطلع ہو۔ اور سارے ملکوت کو دیکھے۔

اور تصوف میں اس کی کوئی اہمیت نہیں کہ صوفیوں کی شریعت، محمدی اور اسلامی شریعت کے کھلم کھلا خلاف ہو۔ چنانچہ حشیش یعنی گانجا اور شراب پینا اور عرسوں اور ذکر کے حلقوں میں مردوں عورتوں کا خلط ملط ہونا کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ کیوں کہ ہر ولی کی اپنی شریعت ہے جسے وہ براہ راست اللہ تعالی سے حاصل کرتا ہے۔ اس لیئے اس کی کوئی اہمیت نہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی شریعت کے موافق ہے یا نہیں۔ کیوں کہ ہر ایک کی اپنی شریعت ہے۔ اور محمد ﷺ کی شریعت عوام کے لیئے ہے۔ اور پیر اور صوفی کی شریعت خواص کے لیئے ہے۔

۷۔ حلال وحرام

یہی حال حلال وحرام کا بھی ہے۔ چنانچہ صوفیوں میں جو لوگ وحدۃ الوجود کے قائل ہیں ان کے نزدیک کوئی چیز حرام نہیں، کیوں کہ ہر موجود ایک ہی ہے۔ اسی لئے ان کے اندر ایسے ایسے ہوئے جو زندیق یا لوطی تھے یا گدھیوں کے ساتھ کھلم کھلا دن دھاڑے بد فعلی کرتے تھے۔ پھر ان ہی میں وہ بھی تھے جو یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ اللہ نے اس سے سارے احکام ساقط کر دیئے ہیں۔ اور اس کے لیئے وہ چیز حلال کر دی ہے جو دوسروں پر حرام تھی۔

۸۔ حکومت وسلطنت اور سیاست

جہاں تک حکومت وسلطنت اور سیاست کا تعلق ہے تو صوفیوں کا طریقہ یہ رہا ہے کہ برائی کا مقابلہ کرنا اور بادشاہوں کو مغلوب کرنے کی کوشش کرنا جائز نہیں۔ کیوں کہ ان کے خیال میں اللہ نے جس حال کو چاہا ہے بندوں کو اسی حال میں قائم کیا ہے۔

۹۔ تربیت

غالباً صوفی شریعت میں جو چیز سب سے خطرناک ہے وہ ہے ان کا طریقۂ تربیت۔ کیوں کہ وہ لوگوں کی عقل پر پوری طرح مسلط ہو جاتے ہیں اور اسے بیکار بنا ڈالتے ہیں۔ اور اس کے لیئے وہ قدم بہ قدم کام کرنے کا طریقہ اپناتے ہیں۔ چنانچہ پہلے وہ آدمی کو مانوس کرتے ہیں۔ پھر اس کے دل ودماغ پر تصوف اور صوفیوں کی عظمت، اور ہولنا کی کا سکہ جماتے ہیں۔ اس کے بعد آدمی کو تلبیس اور فریب میں ڈالتے ہیں۔ پھر اس پر علوم تصوف میں سے تھوڑا تھوڑا چھڑکتے جاتے ہیں۔ اس کے بعد اسے صوفی طریق کے ساتھ باندھ دیتے ہیں۔ اور نکلنے کے سارے راستے بند کر دیتے ہیں۔

سوم: صوفی سے بحث کا نقطہ آغاز

بہت سے غیرت مند مسلمان بھائی جنہیں دین سے محبت ہے اور تصوف اور اس کی لغویات سے نفرت ہے وہ صوفیوں سے غلط طور پر بحث شروع کر دیتے ہیں کیونکہ وہ فروعی اور ادھر ادھر کی باتوں پر بحث کرنے لگتے ہیں۔ جیسے ذکر و اذکار میں ان کی بدعتیں، صوفی نام رکھنا، عرس منانا، محفل میلاد قائم کرنا، تسبیحیں لٹکانا، گدڑی پہننا، یا اسی طرح کے دوسرے الگ تھلگ مظاہر اور روپ جن میں وہ ظاہر ہوتے ہیں۔

لیکن واضح رہے کہ ان باتوں سے بحث کا آغاز کرنا پورے طور پر غلط ہے۔ اور اور باوجودیکہ یہ ساری باتیں بدعت اور خلاف شریعت ہیں، اور انہیں دین میں گھڑ کر داخل کیا گیا ہے، لیکن تصوف کی جو باتیں پس پردہ ہیں وہ ان سے کہیں زیادہ کڑوی اور خطرناک ہیں۔ میرا مقصد یہ ہے کہ یہ باتیں فروع کی حیثیت رکھتی ہیں، لہٰذا اصول کو چھوڑ کر ان باتوں سے بحث کا آغاز کرنا درست نہیں۔ یہ صحیح ہے کہ یہ بھی جرائم ہیں اور خلاف شریعت ہیں، لیکن تصوف کے اندر جو ہولناک باتیں، جو گھڑنت، جو بدترین کفریات اور جو گندے مقاصد پائے جاتے ہیں ان کے مقابل میں مذکورہ بالا باتیں بہت معمولی اور ہیچ ہیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ جو شخص صوفی سے بحث کرے وہ فروعی اور شکلی باتوں کے بجائے اصولی اور بنیادی باتوں سے ابتداء کرے۔

اور غالباً اسلام اور تصوف کا اصل جوہری اختلاف پڑھ لینے کے بعد تمہیں سمجھ میں آ گیا ہوگا کہ بحث کی ابتداء کہاں سے کرنی چاہیے۔ یعنی سب سے پہلا سوال ماخذ دین کے متعلق ہونا چاہیے کہ دین کہاں سے لیا جائے اور عقیدہ وعبادت کس چیز سے

ثابت کی جائے۔ یعنی دین اور عقیدہ وعبادت کے حاصل کرنے کا ماخذ کیا ہو؟ اسلام اس ماخذ کو صرف کتاب وسنت میں محصور کرتا ہے کسی بھی عقیدے کا اثبات قرآن کی نص یا رسول کے ارشاد کے بغیر جائز نہیں اور کسی بھی شریعت کا اثبات کتاب وسنت یا اس کے موافق اجتہاد کے بغیر جائز نہیں اور اجتہاد صحیح بھی ہوتا ہے اور غلط بھی اور کتاب اللہ اور سنت رسول کے علاوہ کوئی معصوم نہیں۔

مگر مشائخ تصوف کا خیال ہے کہ وہ دین کو بغیر کسی واسطہ کے براہ راست اللہ تعالیٰ سے حاصل کرتے ہیں اور براہ راست رسول اللہ ﷺ سے حاصل کرتے ہیں۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ ہمیشہ ان کی مجلسوں اور ان کے ذکر کے مقامات میں تشریف لاتے ہیں۔ اسی طرح وہ اپنا دین فرشتوں سے حاصل کرتے ہیں۔ اور جنوں سے حاصل کرتے ہیں جنہیں روحانی کہتے ہیں اور کشف سے حاصل کرتے ہیں جس کے متعلق ان کا خیال ہے کہ ولی کے دل پر غیب کی باتیں کھل جاتی ہیں اور وہ زمین و آسمان کی ساری چیزوں کو اور گذشتہ اور آئندہ کے سارے واقعات کو دیکھتا ہے۔ پس ولی کے علم سے...... ان کے بقول...... آسمانوں اور زمین کا ایک ذرہ بھی باہر نہیں۔

اس لیے صوفی سے پہلا سوال یہ کرنا چاہیے کہ اپ لوگ دین کا ثبوت کہاں سے لاتے ہیں؟ یعنی اپنا عقیدہ کہاں سے حاصل کرتے ہیں؟ اگر وہ کہے کہ کتاب وسنت سے حاصل کرتے ہیں تو اس سے کہو کہ کتاب وسنت کی گواہی تو یہ ہے کہ ابلیس کافر ہے اور وہ اور اس کے پیروکار جہنمی ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَقَالَ الشَّيْطَانُ لَمَّا قُضِيَ الْأَمْرُ	اور جب معاملات کا فیصلہ کر دیا جائے گا تو
إِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَ	شیطان کہے گا کہ اللہ نے تم سے برحق وعدہ کیا
عَدْتُّكُمْ فَأَخْلَفْتُكُمْ وَ مَا كَانَ لِيَ	تھا اور میں نے تم سے وعدہ کیا تو وعدہ خلافی کی
عَلَيْكُمْ مِنْ سُلْطَانٍ إِلَّا أَنْ	اور مجھے تم پر کوئی اختیار تو تھا نہیں البتہ میں نے
دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ فَلَا	تم کو بلایا اور تم نے میری بات مان لی لہٰذا مجھے
تَلُوْمُوْنِيْ وَلُوْمُوْا أَنْفُسَكُمْ مَا أَنَا	ملامت نہ کرو بلکہ اپنے آپ کو ملامت کرو۔ نہ
بِمُصْرِخِكُمْ وَمَا أَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ	میں تمہاری فریاد کر سکتا ہوں۔ اور نہ تم میری
إِنِّيْ كَفَرْتُ بِمَا أَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ	فریاد کر سکتے ہو۔ تم نے پہلے مجھے جو شریک
قَبْلُ إِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ	ٹھہرایا میں اس کے ساتھ کفر کرتا ہوں۔ یقیناً
	ظالموں کے لیے دردناک عذاب ہے۔

تمام مفسرین سلف کا اجماع ہے کہ یہاں شیطان سے مراد ابلیس ہے۔ اور ''تم میری فریاد نہیں کر سکتے'' کا مطلب یہ ہے کہ تم مجھے چھڑا اور بچا نہیں سکتے۔ اور اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ جہنم میں ہے۔

تو اب اے صوفیو! سوال یہ ہے کہ کیا ابلیس کے بارے میں آپ لوگوں کا بھی یہی عقیدہ ہے؟

اگر اس کے جواب میں صوفی یہ کہے کہ ہاں! ہمارا بھی یہی عقیدہ ہے کہ ابلیس اور اس کے ماننے والے جہنمی ہیں تو یاد رکھو کہ وہ تم سے جھوٹ بول رہا ہے اور اگر وہ یہ جواب دے کہ ہم ابلیس کو جہنمی نہیں مانتے' بلکہ ہمارا عقیدہ ہے کہ اس نے جو کچھ کیا تھا اس سے توبہ کر لیا اور مومن و موحد ہو گیا...... جیسا کہ ان کے استاد حلاج کا کہنا ہے......

تو اس سے کہو کہ اب تم کافر ہو گئے۔ کیونکہ تم نے کتاب اللہ' احادیث رسول اور اجماع امت کی مخالفت کی۔ اس لیے کہ ان سب ذریعوں سے ثابت ہے کہ ابلیس کافر اور جہنمی ہے۔

صوفی سے یہ بھی کہو کہ تمہارے شیخ اکبر ابن عربی کا فیصلہ ہے کہ ابلیس جنتی ہے اور فرعون جنتی ہے۔ (جیسا کہ ''فصوص الحکم'' میں لکھا ہے) اور تمہارے استاد اعظم حلاج کا کہنا ہے کہ ابلیس اس کا پیشوا اور فرعون اس کا پیر ہے (جیسا کہ ''طواسین'' ص ۵۲ میں لکھا ہے)۔ اب بتاؤ کہ اس بارے میں تم کیا کہتے ہو؟ جواب میں اگر وہ ان باتوں کو ماننے سے انکار کر دے تو سمجھ لو کہ وہ کٹھ حجت اور حقیقت کا منکر ہے۔ یا جاہل اور ناواقف ہے اور اگر وہ ان باتوں کا اقرار کرے اور حلاج اور ابن عربی کی پیروی کرے تو پھر جس طرح یہ سب کافر ہیں اس طرح وہ بھی کافر ہوا۔ اور ابلیس اور فرعون کا بھائی ٹھہرا۔ لہٰذا جہنم میں ان سبھوں کا ساتھ اس کے لیے کافی ہے۔

اور اگر وہ تلبیس سے کام لے اور کہے کہ ان کی بات شطحیات میں سے ہے۔ انہوں نے اسے حال اور سکر کے غلبے کے وقت کہا تھا تو اس سے کہو کہ تم جھوٹ بولتے ہو۔ یہ بات تو لکھی ہوئی کتابوں میں موجود ہے اور ابن عربی نے اپنی کتاب ''فصوص'' کو یوں شروع کیا ہے:

اِنی رأیت رسول الله فی مبشرة فی محروسة دمشق و أعطانی هـذا الکتاب وقال لی اخرج به علی الناس	میں نے محروسۂ دمشق کے اندر رسول اللہ ﷺ کو ایک خواب میں دیکھا اور آپ نے مجھے یہ کتاب دی۔ اور فرمایا اسے لوگوں کے سامنے برپا کرو۔

اور اسی کتاب میں ابن عربی نے بیان کیا ہے کہ ابلیس اور فرعون اللہ کے معرفت رکھتے تھے۔ اور نجات پائیں گے۔ اور فرعون کو موسیٰ علیہ السلام سے زیادہ اللہ کا علم حاصل تھا۔ اور جس نے کسی بھی چیز کی پوجا کی اس نے اللہ ہی کی پوجا کی۔ اسی طرح حلاج نے بھی اپنی ساری کفریات کو کتاب کے اندر لکھ رکھا ہے۔ یہ شطح یا حال کا غلبہ نہیں تھا جیسا کہ لوگ کہا کرتے ہیں۔

اس کے جواب میں اگر صوفی یہ کہے کہ ان لوگوں نے ایک ایسی زبان میں بات کی ہے جسے ہم نہیں جانتے تو اس سے کہو کہ ان لوگوں نے اپنی بات عربی زبان میں لکھی ہے اور ان کے شاگردوں نے اس کی شرح کی ہے اور مذکورہ باتوں کو دوٹوک لفظوں میں بیان کیا ہے۔

اگر اس کے جواب میں صوفی یہ کہے کہ ایسی زبان ہے جو اہل تصوف کے ساتھ خاص ہے اور اسے دوسرے لوگ نہیں جانتے۔ تو اس سے یہ کہو کہ ان کی یہ زبان عربی ہی زبان تو ہے جس کو انہوں نے لوگوں کے درمیان عام کیا ہے اور اپنے ساتھ خاص نہیں کیا ہے اور اسی بنیاد پر علماء اسلام نے حلاج کو اس کی باتوں کے سبب کافر قرار دیا اور اسے ۳۰۹ھ میں بغداد کے پل پر پھانسی دی گئی۔ اسی طرح علماء اسلام نے ابن عربی کے بھی کافر اور زندیق ہونے کا فیصلہ کیا ہے۔

اگر صوفی کہے کہ میں علماء شریعت کے فیصلے کو تسلیم نہیں کرتا کیونکہ وہ علماء ظاہر ہیں حقیقت نہیں جانتے۔ تو اس سے کہو کہ یہ "ظاہر" تو کتاب وسنت ہے۔ اور جو "حقیقت" اس "ظاہر" کے خلاف ہو وہ باطل ہے۔ پھر اس سے یہ بھی پوچھو کہ وہ

صوفیانہ حقیقت کیا ہے جس کا دعویٰ تم لوگ کرتے ہو؟ اگر وہ کہے کہ یہ ایک راز ہے جس کو ہم نہیں بتلاتے تو اس سے کہو کہ جی نہیں تم لوگوں نے اس راز کو آشکارا کر دیا اور پھیلا دیا ہے۔ اور وہ راز یہ ہے کہ تمہارے خیال میں ہر موجود اللہ ہے۔ جنت و جہنم ایک ہی چیز ہے۔ ابلیس اور محمد ایک ہی ہیں۔ اللہ ہی مخلوق ہے اور مخلوق ہی اللہ ہے۔ جیسا کہ تمہارے امام شیخ اکبر نے کہا ہے؟

العبد رب و الرب عبد — یا لیت شعری من المكلف

إن قلت عبد فذاك رب — و إن قلت رب، أنى يكلف

بندہ رب ہے اور رب بندہ ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ پھر مکلّف کون ہے؟ اگر کہا جائے کہ بندہ...... تو وہی تو رب ہے۔ اور اگر کہا جائے کہ رب۔ تو پھر وہ مکلّف کیسے ہو سکتا ہے۔

اب اگر صوفی اس کا اقرار کر لے' اس کے باوجود ان زندیقوں کی پیروی کرے تو پھر انہیں جیسا کافر وہ بھی ہوا۔ اور اگر کہے کہ میں نہیں جانتا کہ یہ کیا بات ہے۔ مجھے اس کا علم نہیں۔ البتہ میں اس کے کہنے والوں کے ایمان اور پاکی اور ولایت کا یقین رکھتا ہوں تو اس سے کہو کہ یہ واضح عربی کلام ہے۔ اس میں کوئی خفاء نہیں اور یہ ایک معروف عقیدے یعنی وحدۃ الوجود کا پتہ دیتا ہے۔ اور یہ ہندوؤں اور زندیقوں کا عقیدہ ہے جسے تم لوگوں نے اسلام کی طرف منتقل کر لیا ہے۔ اور اسے قرآنی آیات اور نبوی احادیث کا جامہ پہنا دیا ہے۔

اس کے بعد اگر صوفی یہ کہے کہ اولیاء کی شان میں گستاخی نہ کرو ورنہ وہ تم کو برباد

کر دیں گے کیونکہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جو کوئی میرے ولی سے دشمنی کرے میں اس کے خلاف جنگ کا اعلان کرتا ہوں۔ تو اس کے جواب میں تم کہو کہ یہ لوگ اولیاء نہیں ہیں بلکہ زندیق و بد دین ہیں جنہوں نے اوپر سے اسلام کا پردہ ڈال رکھا ہے اور میں تمہارے ساتھ اور تمہارے خداؤں کے ساتھ کفر کر رہا ہوں۔

فَكِيْدُوْنِيْ جَمِيْعاً ثُمَّ لَا تُنْظِرُوْنِ إِنِّيْ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ رَبِّيْ وَرَبِّكُمْ. مَا مِنْ دَابَّةٍ إِلَّا هُوَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا إِنَّ رَبِّيْ عَلٰى صِرَاطٍ مُسْتَقِيْمٍ.

لہٰذا تم سب مل کر میرے خلاف داؤں چلاؤ پھر مجھے مہلت نہ دو۔ میں نے اللہ پر بھروسہ کر رکھا ہے جو میرا اور تمہارا پروردگار ہے۔ روئے زمین پر جو بھی چلنے والا ہے اللہ نے اس کی چوٹی پکڑ رکھی ہے۔ بیشک میرا پروردگار صراط مستقیم پر ہے۔

پھر اگر صوفی یہ کہے کہ ضروری ہے کہ ہم صوفیوں کے حق میں ان کے حالات کو تسلیم کریں کیونکہ انہوں نے حقائق کو دیکھا ہے اور دین کے باطن کو پہنچانا ہے۔ تو اس سے کہو کہ تم جھوٹ بولتے ہو۔ اگر کوئی شخص اپنی بات کے ذریعہ کتاب و سنت کی مخالفت کرے۔ اور مسلمانوں کے درمیان کفر و زندقہ پھیلائے تو اس پر چپ رہنا جائز نہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

إِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَا أَنْزَلْنَا مِنَ	یقیناً جو لوگ ہماری نازل کی ہوئی
الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدىٰ مِنْ بَعْدِ مَا بَيَّنَّاهُ	دلیلوں اور ہدایت کو چھپاتے ہیں اس
لِلنَّاسِ فِي الْكِتَابِ أُولٰئِكَ	کے بعد کہ ہم اسے لوگوں کے لیے
يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللَّاعِنُوْنَ اِلَّا	کتاب میں بیان کر چکے ہیں تم ایسے
الَّذِيْنَ تَابُوْا وَأَصْلَحُوْا وَبَيَّنُوْا	لوگوں کو اللہ لعنت کرتا ہے اور لعنت
فَأُولٰئِكَ أَتُوْبُ عَلَيْهِمْ	کرنے والے لعنت کرتے ہیں۔
وَأَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ	سوائے ان لوگوں کے جو توبہ کریں اور
	اصلاح کریں اور بیان کریں تو میں
	ایسے لوگوں کی توبہ قبول کرتا ہوں اور
	میں توبہ قبول کرنے والا مہربان ہوں۔

اس لیے تمہارے باطل اور لغویات اور زندقہ پر چپ رہنا جائز نہیں۔ کیونکہ تم لوگوں نے عالمِ اسلام کو پچھلے دور میں بھی اور موجودہ زمانے میں بھی خراب کر رکھا ہے۔ آج تک تم لوگوں کا یہی وطیرہ چلا آ رہا ہے کہ لوگوں کو اللہ کی عبادت سے نکال کر مشائخ کی عبادت کی طرف لے جاتے ہو۔ توحید سے نکال کر شرک اور قبر پرستی کی طرف لے جاتے ہو۔ سنت سے نکال کر بدعت کی طرف لے جاتے ہو۔ اور کتاب و سنت کے علم سے نکال کر اللہ' فرشتے' رسول اور جنوں کو دیکھنے کا دعویٰ کرنے والوں سے بدعات و خرافات اور جھوٹ فریب حاصل کرنے کی طرف لے جاتے ہو۔ تم

زندگی بھر باطنی فرقوں کے مددگار اور سامراج کے خادم رہے۔ اس لیے قطعاً جائز نہیں کہ تم لوگوں نے جو گمراہی اور شرک پھیلا رکھا ہے' اور لوگوں کو قرآن کریم اور حدیث سے بہکا کر اپنے بدعتیانہ اذکار اور مشرکوں جیسی سیٹی اور تالی والی عبادت کی طرف لے جاتے ہو اس پر خاموشی اختیار کی جائے۔

اس مرحلہ پر پہنچ کر صوفی لازماً خاموش ہو جائے گا۔ وہ سمجھ جائے گا کہ اس کا پالا ایک ایسے شخص سے پڑا ہے جس کو اس کے باطل کا پورا پورا علم ہے اس کے بعد یا تو اللہ تعالیٰ اس کو صحیح اسلام کی ہدایت دے دے گا یا وہ اپنے عقیدے اور معاملہ کو چھپائے رکھے گا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اسے کسی دن رسوا کر دے' یا کفر و زندقے اور بدعت و مخالفتِ حق پر اس کی موت آ جائے۔

ہم نے یہ ساری باتیں ان کی کتابوں اور اقوال سے تفصیل کے ساتھ بیان کر دی ہیں آپ ہماری کتاب ''الفکر الصوفی فی ضوء الکتاب والسنۃ'' کا مطالعہ کرو گے تو اللہ کی حمد و توفیق سے آپ کو یہ سب تفصیل کے ساتھ مل جائے گا۔

اور اول و آخر میں ساری حمد اللہ کے لیے ہے۔ اور ساری عزت کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے لیے ہے' اور ان کی پیروی کرنے والے' اور صراط مستقیم پر چلنے والے مومنین کے لیے ہے۔ والحمد للہ رب العالمین

ہماری دیگر کتابیں
نماز میں سورۃ فاتحہ
حقوق الوالدین والاولاد
اُسوہ حسنہ
اسباب دیوبندی کرم فرمائیاں
تلاشِ حق
پیغامِ حرم
تنظیم الدعوۃ الی القرآن والسنۃ